امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا نظریۂ انقلاب و سیاست

مولانا عبد القیوم حقانی

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوھریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد ضلع نوشہرہ

تصنیف :

مولانا عبدالقیوم حقانی

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان

نام کتاب : امام اعظم ابو حنیفہؒ کا نظریۂ انقلاب وسیاست

تصنیف : مولانا عبد القیوم حقانی

کمپوزنگ : جان محمد جانؔ رُکن القاسم اکیڈمی

صفحات : 72

تعداد : 1000

تاریخِ طباعتِ سوم : ذی الحجہ ۱۴۲۸ھ/ دسمبر 2007ء

ناشر : القاسم اکیڈمی جامعہ ابو ہریرہ خالق آباد نوشہرہ

ملنے کے پتے

☆ صدیقی ٹرسٹ، صدیقی ہاؤس المنظر اپارٹمنٹس 458 گارڈن ایسٹ، نزد لسبیلہ چوک کراچی

☆ مولانا سید محمد حقانی ' مدرس جامعہ ابو ہریرہ، خالق آباد، ضلع نوشہرہ

☆ مکتبہ رشیدیہ جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

☆ کتب خانہ رشیدیہ ' مدینہ کلاتھ مارکیٹ ' راجہ بازار ' راولپنڈی

☆ مکتبہ سید احمد شہید ' ۱۰ الکریم مارکیٹ ' اردو بازار ' لاہور

☆ مولانا خلیل الرحمٰن راشدی صاحب' جامعہ ابو ہریرہ' چنوں موم ضلع سیالکوٹ

اس کے علاوہ پشاور کے ہر کتب خانہ میں یہ کتاب دستیاب ہے

بسم الله الرحمن الرحيم
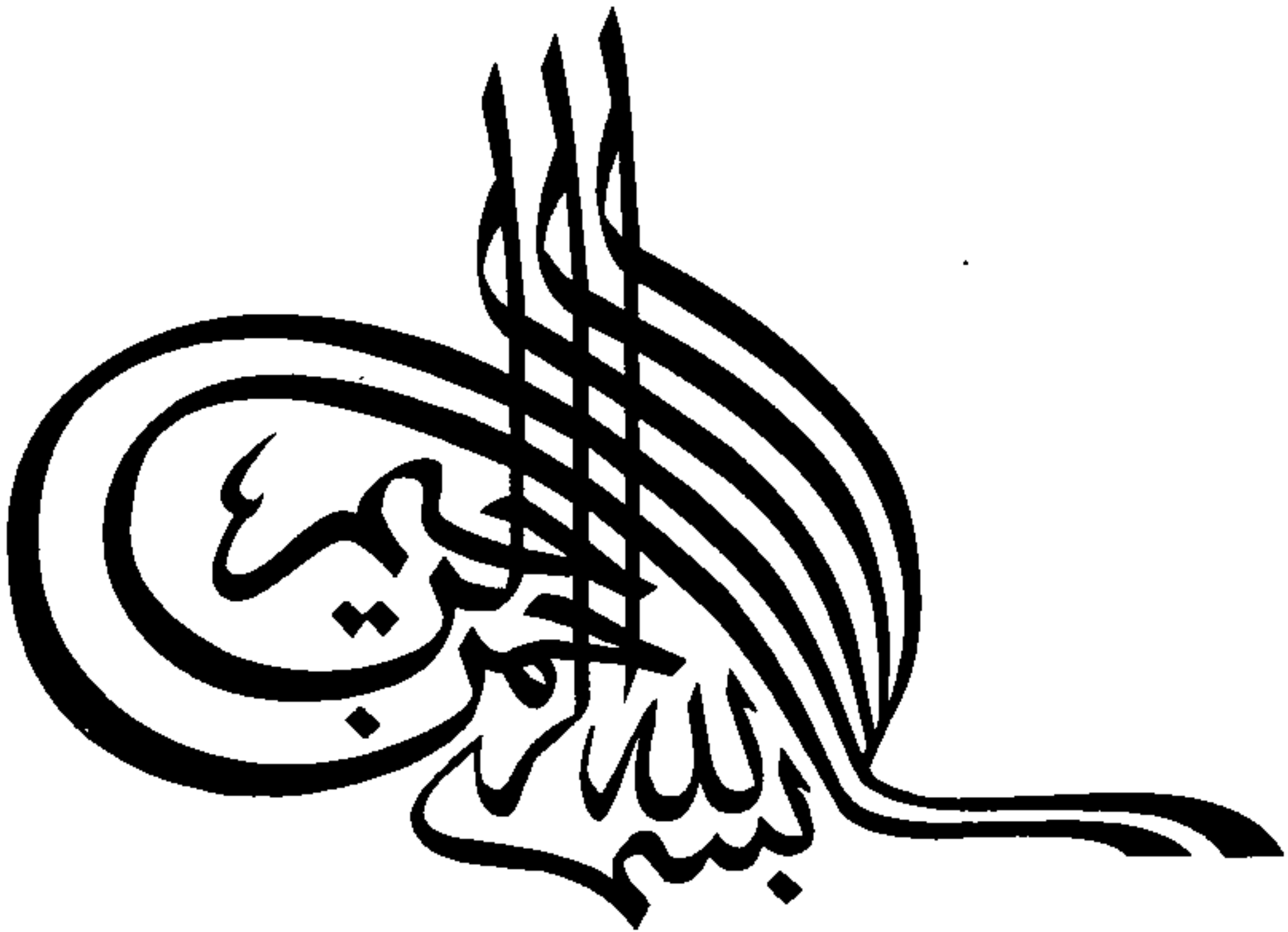
ضروری گذارش

القاسم اکیڈمی کے خدام اپنے تئیں پروف ریڈنگ اور تصحیح کا بھرپور اہتمام کرتے ہیں مگر پھر بھی بندے کی کتاب ہو اور بندے کا کام، تو غلطی کا احتمال باقی رہتا ہے۔ آپ کی خدمت میں گذارش یہ ہے کہ کوئی بھی غلطی نظر سے گذرے، قرآنی آیات، احادیث، زبر، زیر، پیش، اردو الفاظ، جملے کی ترکیب یا حوالہ جات، کوئی بھی غلطی ہو تو مہربانی فرما کر اللہ کی رضا کے لئے اسے ضرور تحریر فرمائیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کی جاسکے۔ واجوکم علی اللّٰہ۔

عبدالقیوم حقانی

فہرستِ عناوین

امام اعظم ابوحنیفہؒ کا نظریۂ انقلاب وسیاست

پیش لفظ

حکیم محمد سعید چیئرمین ہمدرد فاؤنڈیشن کراچی

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم !

امامِ اعظم ابوحنیفہؒ کا نظریۂ انقلاب وسیاست، مولانا عبدالقیوم حقانی کی تصنیف ہے جس میں سیاست کا اسلامی مفہوم وتشریح' امام ابوحنیفہؒ کا سیاسی مسلک وکردار' سیاسی تجربے اور کارنامے' ایک ہمہ گیر انقلابی تحریک اور مضبوط سیاسی جماعت کی ضرورت' تشکیل اور نصب العین' فقہ حنفیہ کی قانونی جامعیت' سیاست میں شرافت کے اُصول' جبر وظلم کے مقابلے میں استقامت و پامردی' موجودہ دور میں سیاسی عمل کے رہنما اُصول اور دیگر کئی ایک اہم موضوعات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

''میں نے مولانا عبدالقیوم حقانی کی کتاب ''امامِ اعظم ابوحنیفہؒ کا نظریۂ انقلاب وسیاست'' کا مطالعہ بہ تمام وکمال کیا۔ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی سیاسی زندگی کے اہم اور سبق آموز پہلوؤں پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ آپ نے واقعات کے حوالے سے ان کے نظریۂ انقلاب وسیاست کی جو وضاحت کی ہے وہ نہایت جامع ہیں۔

ائمہ فقہ نے عام دینی مسائل کے ساتھ قرآن وسنت پر مبنی نظام کے قیام اور معاشرے پر شرعی قوانین کی بالادستی کی بھی جدوجہد' مجاہدانہ عزم واستقلال کے ساتھ کی

ہے۔ان کا فقہی اور اجتہادی شغف بھی اس عظیم مقصد کے تابع تھا کہ پوری زندگی پر شریعت محیط ہو۔انہوں نے شریعت کے خلاف قدم اُٹھانے والے حکامِ وقت کا محاسبہ خوف وطمع سے بلند ہو کر کیا اور اسلامی اُصولِ عدل سے معمولی انحراف پر بھی علی الاعلان گرفت کی ہے۔شرعی قوانین کے نفاذ کے لئے جہدِ مسلسل کی تاریخ میں بلاشبہ امامِ اعظم ابوحنیفہؒ کا مقام بہت بلند ہے۔

مولانا عبدالقیوم حقانی نے نہایت تحقیق وبصیرت اور بیش قیمت حوالہ جات کے ساتھ امام صاحبؒ کے نظریۂ انقلاب وسیاست کی اس طرح وضاحت کردی ہے کہ اس باب میں موجود کشمکش اور تذبذب کی فضا میں نفاذِ شریعت کے لئے کام کرنے والوں کو رہنمائی حاصل ہوسکتی ہے۔اللہ جل سبحانہٗ مولانا حقانی کو جزائے خیر عطا فرمائیں اور ان کی کتاب کو قبولِ عام سے نوازیں۔(آمین)

حکیم محمد سعید
چیئرمین ہمدرد فاؤنڈیشن کراچی

حرفِ آغاز

اسلام کی دعوت و تبلیغ، تجدید و احیائے اسلام اور نفاذ و استحکام کا کام کرنے والے، جذبۂ انقلابِ اُمت اور دینی درد سے سرشار افرادِ ملت اور ہمدردانِ اُمت کے حضور ''امام اعظم ابوحنیفہؒ کا نظریۂ انقلاب و سیاست'' پیشِ خدمت ہے۔

موجودہ زمانہ کے دینی و اخلاقی، اجتماعی و سیاسی اور معاشی ماحول کو پیشِ نظر رکھ کر اسلامی طرزِ فکر کی خالص قرآنی سیاست کے خدوخال کیا ہیں؟

مضبوط سیاسی جماعت کی اہمیت، وحدتِ ملت اور اتحادِ اُمت کے شدید احساس و شعور کے باوجود ہماری پالیسیوں کا مزاج و منہاج اور ان کا طریقِ کار کیا ہونا چاہئے؟

اکابرِ اسلام، ائمہ اُمت بالخصوص امامِ اعظم ابوحنیفہؒ نے اپنے زمانہ کے بگڑے ہوئے سیاسی حالات کی کس طرح اصلاح کی؟

ان کی دعوت، جدوجہد، سیاسی مساعی اور تحریک و انقلاب کا کام موجودہ دور کی مغربی جمہوریت سے بعید تر، لیکن منہاجِ نبوت سے قریب تر تھا۔ امام ابوحنیفہؒ کی دعوت و انقلاب اور سیاسی عمل کا ردِ عمل کس طرح ہوا، باطل طاقتیں اور جابر حکومتیں ان کے مقابلے میں کس طرح آئیں اور کیا کیا حربے استعمال کئے؟

سیاسی فضا کی ناہمواری کے باوجود امام ابو حنیفہؒ ایک مضبوط انقلابی جماعت بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ ایسی جماعت جس نے ساڑھے پانچ سو سال تک ملک کے اجتماعی اور سیاسی نظام میں ایک مرکزی محور و خالص اسلامی روح کا کام دیا۔

امام ابو حنیفہؒ نے جان کا نذرانہ تو دے دیا مگر ذاتی منفعت سے بالاتر رہ کر اجتماعی اور ملی مفادات اور ایک عظیم اسلامی انقلاب کی صورت میں بڑی سے بڑی قیمت وصول کی۔

ابو حنیفہؒ کی تدبیر و مصلحت، حکمتِ عملی اور سیاسی پالیسی نے کس طرح فتح حاصل کی اور کب تک اس کے اثرات و نتائج ظہور میں آتے رہے۔ احقر نے انہی خطوط کو ایک مستقل سوال بنا کر اُبھارا اور انہیں ایک مستقل موضوع بنا کر اس پر تاریخی مواد "امام ابو حنیفہؒ کا نظریۂ انقلاب و سیاست" کے عنوان سے جمع کر دیا ہے۔ اگر اس سے کسی ضمیر میں نیا شعور اور کسی دل میں نئی خلش اور اُمنگ پیدا ہو جاتی ہے تو یہی میرے لئے کامیابی اور توشۂ آخرت ہے اور ان شاء اللہ اس رسالے کا مطالعہ نئی تعمیر اور ایک صالح انقلاب کے لئے ضمیر کی بیداری اور ذہن کی تیاری کی انگیخت کا ذریعہ ثابت ہوگا۔

قارئین و ناظرین اس کے مطالعہ سے اگر ایک طرف علمی اطمینان اور قلبی انشراح کی دولت حاصل کریں گے تو دوسری طرف نیا حوصلہ، نیا یقین، جوشِ عمل اور اصلاحِ انقلابِ اُمت کا جذبہ بیدار ہوگا۔

اس رسالے کا اسلوبِ تحریر اور طرزِ استدلال، بلکہ خود حنفی سیاست کا مزاج ہی ایسا ہے کہ اسلامی فکر اور اسلامی دعوت کے تمام حلقے بلا اختلاف اس سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔

یہ رسالہ دراصل احقر کی حالیہ تصنیف "دفاع امام ابو حنیفہؒ" کا صرف ایک باب ہے، جسے [illegible] کے پیشِ نظر علیحدہ کتابچہ کی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے، جس سے

اصل کتاب (جو تیرہ (۱۳) ابواب اور ایک مقدمہ پر مشتمل ہے) کی ضرورت واہمیت ، مقصدِ تالیف اور منظرِ عام پر آجانے کے بعد اس کے مطالعہ واستفادہ سے پیدا ہونے والے دوررس اثرات ونتائج ، اس کے جملہ مضامین کی روح وتاثیر ، نئے عالمگیر انقلاب اور اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کے اس دور میں اس کی حیثیت ومقام کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے ، اگر امام ابو حنیفہؒ کے نظریۂ انقلاب وسیاست کے مطالعہ کے بعد مرتب ہونے والے اثرات و کیفیات ، عزائم وشوقِ عمل ، تائید وتصویب ، اپنی گراں قدر آراء ، تعمیری تنقید اور مفید مشوروں سے مصنف کو بھی استفادہ کا موقع بخشا جائے تو ممنونیت واحسان مندی کے علاوہ آئندہ ایڈیشن میں اضافہ وتحسین اور مزید نکھار بھی پیدا کیا جاسکتا ہے ۔

علاوہ ازیں اگر آپ بھی اس رسالہ کے مطالعہ کے بعد واقعۃً اصل کتاب ''دفاع حضرت امام ابو حنیفہؒ '' کے مطالعہ کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں اور اپنے حلقۂ احباب میں بھی دعوت تبلیغ اور اصلاح وانقلابِ اُمت کے جذبہ کے پیش نظر اس کی اشاعت اور تعارف ومطالعہ کو ضروری سمجھ رہے ہیں تو بغیر کسی تاخیر کے رابطہ قائم فرمایئے ۔ کتاب طبع ہو کر علمی ودینی ، مطالعاتی وتحقیقی اور دعوتی حلقوں سے زبردست خراجِ تحسین وصول کر چکی ہے جس کی ایک جھلک بطورِ تعارف کے اس رسالہ کے کور کارڈ پر بھی شائع کر دی گئی ہے ۔

عبدالقیوم حقانی

صدر القاسم اکیڈمی جامعہ ابو ہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ

تبرک واستناد

مرکزِ علم دارالعلوم دیوبند کے شہرۂ آفاق ماہنامہ دارالعلوم کے مدیرِ شہیر
مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی مدظلہٗ
کے تبصرہ وتعارف کی گرانقدر تحریر کا اقتباس

''دفاع امام ابوحنیفہؒ '' کا گیارہواں باب'' امام اعظم ابوحنیفہؒ کا نظریۂ انقلاب وسیاست''۵۱ صفحات پر پھیلا ہوا ہے جس میں امام صاحبؒ کے نظریۂ انقلاب اور سیاسی مسلک کو بڑی تحقیق وتفصیل سے بیان کیا گیا ہے جس میں امام صاحب کے تیار کردہ سیاسی لائحہ عمل، قانون کی بالادستی، احترامِ اُمت اور جبر وظلم کے مقابلے میں ان کی استقامت وپامردی اور حق کی حمایت ونصرت وغیرہ اُمور پر سیر حاصل بحث ہے۔

درحقیقت یہ بات کتاب کی جان ہے اور بجائے خود ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ بلاشبہ یہ کتاب اپنے موضوع پر جامع، مستند اور کتابیات کی دنیا میں ایک قابلِ ذکر اضافہ ہے۔

(ماہنامہ'' دارالعلوم'' دیوبند......جنوری ۱۹۸۷ء)

ارشادِ گرامی

استاذ العلماء، محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق مدظلہ
بانی و مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

فقہ وتاریخِ حنفیت کی بڑی کتابوں تک رسائی اور استفادہ نہ تو ہر شخص کے لئے ممکن ہے اور نہ اوقات میں اتنی وسعت۔ عزیزم مولانا عبدالقیوم حقانی سلمہٗ فاضل و مدرس دارالعلوم حقانیہ نے علی العموم ہمتوں کی کوتاہی اور لوگوں کی عدم فرصت کوملحوظ رکھ کر اسلامی کتب خانہ کے عظیم اور وسیع ذخیرہ سے جدید سلیس اور مفید طرز پر حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ فقہ حنفی اور تاریخِ حنفیت کے موضوع پر مستند اور بہترین مواد کا انتخاب کر کے ''دفاع امام ابوحنیفہ'' کے نام سے ایک جامع کتاب لکھ کر فرضِ کفایہ ادا کر دیا ہے۔

''امام اعظم ابوحنیفہؒ کا نظریۂ انقلاب وسیاست'' اسی کتاب کا گیارھواں باب ہے۔ کتاب کی جامعیت اور موضوع سے متعلق تمام پہلوؤں پر معیاری تحریریں دیکھ کر بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ مصنف نے گویا حنفی تاریخ اور فقہ وقانون کی روح اور علوم ومعارف کا عطر کشید کر کے اُمت کے سامنے رکھ دیا ہے۔ دفاع امام ابوحنیفہؒ گویا حنفی فقہ وقانون، ائمۂ احناف کی خدمات، ان کے علوم ومعارف اور شاندار تاریخ کی ایک دائرۃ المعارف ہے۔

تحریر

حضرت العلامہ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

مدیر ماہنامہ الحق

''امام اعظم ابوحنیفہؒ کا نظریۂ انقلاب وسیاست'' دارالعلوم حقانیہ کے فاضل و مدرس عزیز گرامی قدر محبّ محترم وفاضلِ مکرم مولانا عبدالقیوم حقانی کی شاہکار تصنیف ''دفاع امام ابوحنیفہؒ '' کا گیارہواں باب ہے جو درحقیقت اپنی جامعیت اور افادیت کے پیش نظر کتاب کی جان ہے اور بجائے خود ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ مقالہ مختصر ہونے کے باوجود امام اعظم ابوحنیفہؒ کی سیرت وسوانح، شخصی وقومی کردار، علمی وفقہی اور آئینی خدمات، سیاسی حکمت وتدبر، حنفی فقہ کی جامعیت، اس کی قانونی وآئینی وسعت وہمہ گیری اور ہر دور میں قابلِ نفاذ اور کامیاب نظام جیسے اہم عنوانات کو جامع اور سیر حاصل مباحث پر مشتمل ہے۔ اس وقت جبکہ پاکستان میں فقہِ اسلامی اور شریعت کے نفاذ کا مسئلہ موضوعِ بحث بنا ہوا ہے، اسلامی نظام کے داعیوں اور تحریک نفاذِ شریعت کے کارکنوں کے لئے یہ رسالہ تحقیق ودلیل کی شمع اور ہدایات ورہنمائی کا روشن چراغ ثابت ہوگا۔

ارشادِ گرامی

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی دامت برکاتہم العالیہ
خلیفۂ مجاز حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ

اس قدر عمیق اور جامع کتاب اس گنہ گار نے
اس موضوع پر آج تک نہیں دیکھی۔

ذوقِ طلب اور شوقِ استفادہ کی انگیخت اور رہنما اشارے

امام اعظم ابو حنیفہؒ

- جس نے ہزاروں کی آنکھیں روشن کیں۔
- ہزاروں کے دِل کے کنول کھلائے۔
- ہزاروں کو جگایا۔
- خدا کے بندوں پر اپنی حجت تمام کی۔
- جن کی تبلیغ اور ارشاد سے ہزاروں علماء اور فقہاء پیدا ہوئے۔
- جن کی درسگاہ سے سینکڑوں قانون دان اور سیاست دان نکلے۔
- جن کی تعلیمات سے ہزاروں بندگانِ خدا رُشد و ہدایت کی دولت سے مالا مال ہوئے۔
- ان کا ذکر عبادت ہے۔
- ان کی محبت ذخیرۂ آخرت ہے۔
- ان کی سیرت حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا عکسِ جمیل ہے۔
- وہ اپنی جامعیت میں ایک پوری اُمت تھے۔
- ان کی زندگی کا مقصد فقہ و قانون کی تدوین و ترویج اور آسمانی نظامِ سیاست و

اخلاق کا قیام واستحکام تھا۔

- ان کے قومی وملی اور اجتماعی کام اور سیاسی نظام کے نقشے وہی تھے جو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے قائم کئے تھے۔
- انہوں نے عقائد کے ساتھ اخلاق ومعاشرت' زندگی کے مقصد ومعیار، زاویۂ نظر، انسانی ذہنیت اور تہذیب وتمدن کو خالص اسلامی سانچہ میں ڈھال دیا۔
- وہ اسلام کی مادی اور روحانی اقتدار کی راہ ہموار کرنا چاہتے تھے۔
- یہ انہی کی سیاسی بصیرت اور حکیمانہ سیاسی مسلک کے برکتیں ہیں کہ حنفی فقہ وقانون (اسلامی دستور) کو عباسیوں کے دورِ حکومت میں ساڑھے پانچ سو سال تک ترویج ونفاذ اور بقا واستحکام حاصل رہا۔
- جن کا نظام و پیغام، ہزاروں انقلابات، روح فرسا حالات اور جاں گسل حادثات وواقعات کے باوجود آج بھی روزِ اوّل کی طرح زندہ اور تازہ دم ہے۔
- جن کا روشن ماضی ان کی صداقت کی دلیل ہے جن کا شاندار مستقبل ان کے بقا اور استحکام کی ضمانت ہے۔

پیشِ نظر رسالہ ''امام ابوحنیفہؒ کا نظریۂ انقلاب وساست'' اسی عنوان کا مضمون اسی متن کی تشریح اور اسی اجمال کی تفصیل ہے۔

امامِ اعظم ابوحنیفہؒ

کا نظریۂ انقلاب وسیاست

☆ جو عالم خدا کے سوا کسی نہیں ڈرتا۔

☆ جو خدا سے ڈرتا ہے وہ سلطانی کرّ وفر سے موعوب نہیں ہوتا۔

☆ -اعلانِ حق کا اصل میدان ملوک وسلاطین کا دربار ہے۔

☆ جاہ ومنصب سے رغبت شانِ علم کے منافی ہے۔

☆ جو لذّت مسندِ درس میں ہے وہ مسندِ حکومت میں نہیں۔

امامِ اعظم ابوحنیفہؒ

کی حیاتِ مستطاب ان ہی حقائق کی تفسیر تھی۔ آئندہ صفحات میں اس اجمال کی تفصیل بیان کی گئی ہے .... (ادارہ)

تمہید اور اجمالی خاکہ

امام اعظم ابو حنیفہؒ کی سیاسی زندگی کے تین مختلف ادوار تھے۔ پہلے دو دور، انتظار کے دور تھے۔ انقلاب لایا جاسکتا تھا، جان پر کھیلا جا سکتا تھا، مگر ذاتی منفعت یعنی عزیمت و شہادت کے سوا قومی و ملّی اور اجتماعی مفادات کے تحفظ کی بھاری قیمت وصول کرنا بظاہر ناممکن تھا۔ اس لئے اندرونِ خانہ خاص منصوبہ بندی کے ساتھ وضعِ قوانین اور ان کے نفاذ و اجراء اور غلبہ و استحکام کے لئے وسیع اور ہمہ گیر تحریک چلائی، جو مثالی طور پر کامیاب ہوئی۔

اور جب انتظار کا زمانہ ختم ہوا۔ مجلس وضعِ قوانین نے اپنا کام مکمل کر دیا اور اب انقلابی تحریک برپا کرنے سے محض انقلاب برائے انقلاب کے بجائے انقلاب برائے اسلام کی توقع قائم ہوئی تو امام ابو حنیفہؒ نے جان کا نذرانہ پیش کر کے ذاتی منفعت یعنی خلعتِ خون و شہادت سے بڑھ کر قومی و ملّی اور اجتماعی مفادات کے تحفظ و استحکام کی بھاری قیمت حاصل کی اور پوری ملّت کے لئے اسلام کے نظریۂ سیاست کی وضاحت اور اسلامی ریاست میں اسلامی سیاست کے رہنما اُصول کے نشان قائم کئے۔ ہم نے اس دور کو امام ابو حنیفہؒ کی سیاسی زندگی کے تیسرے دور سے تعبیر کیا ہے۔

سیاستِ ابو حنیفہؒ کے ادوارِ ثلاثہ :

پہلا دور بنی اُمیہ کی حکومتِ قاہرہ کے جبر و تشدد، ظلم و استبداد کے زمانے میں امام ابو حنیفہؒ کے سیاسی لائحۂ عمل، حضرت زید شہیدؒ کی حمایت میں فتویٰ کے باوجود عملاً بڑی قربانی

دے کر اس کی زیادہ سے زیادہ قیمت حاصل کرنے کا عزم، گورنر ابن ہبیرہ کے بے پناہ مظالم، اور بنی اُمیہ کے خلاف عباسیوں کی انقلابی تحریک (جو محض انقلاب لانے اور چہرے بدلنے کے لئے چلائی جارہی تھی، جس سے اسلامی نظام کے قیام اور ملکی نظام کے استحکام کی کوئی توقع نہ تھی) کے زمانے میں امام صاحبؒ کے ہجرت حرمین پر مشتمل ہے۔

دوسرے دور میں عباسیوں کے طاغیہ ابومسلم خراسانی کی سفاکیوں اور چیرہ دستیوں کے خلاف تنہا ابراہیم الصائغ کا علم بغاوت، امام ابوحنیفہؒ کی ان کو فہمائش اور ایک بڑی جماعت، مضبوط سیاسی قوت، اتحادِ اُمت اور ایک وسیع اور ہمہ گیر تحریک و تنظیم کے قیام کی ضرورت سے آگاہ کر دینے کے باوجود ابراہیم الصائغ کا جوشِ ایمانی اور جذبۂ قربانی، امام صاحب کے اس نظریۂ سیاست کو اپنے احاطۂ ادراک میں لائے بغیر وسیع قومی و ملّی اور اجتماعی مفادات کے بجائے انفرادی اور ذاتی منفعت یعنی عزیمت وشہادت کا بلند مقام حاصل کرلیا۔ تاہم امام ابوحنیفہؒ نے اُس وقت بھی اُمت کے شاندار مستقبل اور اسلامی قوانین کی تنظیم و تدوین اور رجالِ کار کی ترتیب وتعمیرِ سیرت پر تمام توجہات مرکوز کر دیں۔ مقامِ عزیمت اور خلعتِ خون وشہادت کے حصول اور جان کی قربانی کا جذبہ ان کے دل کے اندر بھی موجزن تھا مگر وہ حالات کو ایسے رُخ پر لانا چاہتے تھے کہ جب جان کی قربانی دی جائے تو اس کے بدلے قومی اور ملّی سطح پر اُمت کے اجتماعی مفادات کے تحفظ اور بقا واستحکام کی صورت میں زیادہ سے زیادہ قیمت حاصل کی جاسکے۔

تیسرا دور ابوحنیفہؒ کی سیاسی زندگی کا آخری دور ہے، جب ابوجعفر منصور کے زمانے میں فقہ وقانون اور اسلامی آئین کی تدوین کا کام مکمل ہوگیا۔ روئے زمین کے چپہ چپہ پر امام ابوحنیفہؒ کے تربیت یافتہ رجالِ کار نے کام شروع کر دیا۔ دوسری طرف محمد عبداللہ نفس زکیہ اور ابراہیم نفسِ رضیہ نے پورے ملک میں خالص اسلامی انقلاب برپا کرنے کے لئے

84660

ایک عظیم ہمہ گیر اور وسیع انقلابی تحریک کا جال بچھا دیا۔ چونکہ اس تحریک سے اسلامی انقلاب کے توقعات یقینی تھے۔ اس تحریک کا مزاج خالص اسلامی اور سیاسی نقطۂ نگاہ سے اجتماعی تھا تو گویا ابو حنیفہؒ کو برسوں کا محبوب منتظر مل گیا کھل کر میدانِ عمل میں کود آئے۔

مگر تدبیر پر تقدیر غالب تھی۔ تحریک بظاہر دبا دی گئی۔ امام ابو حنیفہؒ حکومت کے انتقامی حربوں کا نشانہ بنے۔ بالآخر جان کی قربانی دیتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا اور اس کی جو عظیم قیمت حاصل کی، وہ ذاتی منفعت یعنی مقامِ عزیمت وشہادت کے علاوہ اجتماعی اور قومی وملّی مفادات کی سطح پر ۵۳۰ سال تک فقہ حنفی کی آئینی بالادستی ہے۔ جس کی نظیر دنیائے انسانیت کی تاریخ نہیں پیش کر سکتی۔ صرف یہ نہیں بلکہ حنفی فقہا وقضاۃ کے سامنے عباسیوں کی جابرہ حکومت کا جھکاؤ، چاروں فقہی دبستانوں کی ترویج تا قیامِ قیامت خالص شرعی فقہی اور اسلامی سیاست کے خدوخال اسلامی سیاست میں اسلامی نظام حکومت کے عملی نقشے شجاعت وبہادری، تدبر وبصیرت اور ہمت وعزیمت کے لازوال نقوش، علاوہ ازیں استقامت وپختگی، شوقِ شہادت اور بلند حوصلگی کے تاریخی کارنامے، یہ سب امام ابو حنیفہؒ کے قائم کردہ نشانِ راہ اور سنگِ میل ہیں، جن سے ہر دور میں بھٹکا ہوا راہی، منزل مراد پہ آسانی سے پہنچ سکتا ہے۔

ملکی حالات اور ملّت اسلامیہ کے سیاسی زوال واضمحلال کے حالیہ پرآشوب دور کے پیش نظر ذیل میں قومی رہنما، ملّی زعماء، ملکی قائدین اور علماء، مذہبی وسیاسی جماعتوں غلبۂ اسلام کا کام کرنے والوں اور دینی درد سے سرشار مخلص کارکنوں کی خدمت میں مندرجہ بالا متن کی تشریح اور اجمال کی تفصیل جسے تاریخ کے مستند ماخذ اور امام ابو حنیفہؒ کے سوانحی تذکروں بالخصوص تذکرۃ الحفاظ، ابن جوزی کی الاختصار الموفق اور کردری کے مناقب الامام، علامہ عبدالحئی لکھنوی کے الفوائد البہیہ، محمد بن یوسف کی عقود الجمان، شبلی نعمانی کی

سیرت النعمان، محمد انوار اللہ کی حقیقۃ الفقہ ، علامہ مناظر احسن گیلانی کی ابو حنیفہؒ کی سیاسی زندگی، مصطفیٰ حسن السباعی کی ''السنۃ و مکانتھافی التشریع الاسلامی'' کے علاوہ دیگر دسیوں متعلقہ کتب سے مرتب کیا گیا ہے۔ بطورِ ایک گراں قدر علمی تحفہ کے پیش خدمت ہے۔ اگر اہلِ اسلام کے عظیم محسن سراج الامۃ ، امام الائمہ، امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نظریۂ سیاست اور ان کے خالص اسلامی اور انقلابی سیاسی زندگی کا گہرے غور و فکر اور طلبِ حق او رتلاشِ منزل کے جذبہ سے مطالعہ کرلیا جائے تو شاید ہچکولے کھاتی اور ڈولتی ہوئی کشتیٔ ملّت کو ساحلِ مراد تک پہنچانے کی راہیں کھل جائیں۔

ابو حنیفہؒ کا زمانہ اور عالمِ اسلام کی سیاسی حالت :

امامِ اعظم ابو حنیفہؒ کی ولادت اس زمانے میں ہوئی جب سارا عالم بنی اُمیہ کے خوں چکاں مظالم سے تھرا رہا تھا۔ حضور اقدس ﷺ کے محبوب نواسوں اور ان کے خاندان کے پیاسوں کو فرات کے ساحل پر شہید کر دیا گیا تھا۔

رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منوّر شہر حرّہ کے واقعہ میں لوٹا جاچکا تھا۔ عصمتیان حرم کی آبرو و ناموس کو سرِ عام رسوا کیا گیا تھا۔ مسجد نبویؐ میں سعید ابن المسیبؒ کے سوا ایک زمانے تک کوئی نماز پڑھنے والا نہیں تھا۔ خلافتِ راشدہ کے نقش اوّل صدیق اکبرؓ کے نواسے عبداللہ بن زبیرؓ کو بیت اللہ کی چوکھٹ پر خاک و خون میں تڑپا دیا گیا تھا۔ یزید، ابن زیادؔ اور حجاج جیسے ظالم الامۃ کو کھلا کھیل کھیلنے کا موقع مل گیا تھا۔

اس سلسلہ میں سب سے زیادہ قابلِ رحم حالت مولدِ ابی حنیفہؒ کوفہ کی تھی کہ اس شہر میں ابن زیاد اور پھر حجاج بن یوسف کی تلوار غریبوں اور بیکسوں کے سر پر لٹکتی رہی۔ حسن بصری ، ابن سیرین ، ابراہیم نخعی اور امامِ شعبی رحمہ اللہ علیہم جیسے اکابر اہلِ علم اور ائمہ عظام کے لئے بھی خاموشی کے سوا کوئی چارہ باقی نہ رہا تھا۔

قدرت کا غیبی لطیفہ :

مگر قدرت کے ازلی قانون کے مطابق جب کشتیِ ملّت نزاکت کے آخری گرداب میں ہمیشہ کے لئے ڈوب جانے کے لئے ڈول رہی تھی، تو کسی غیبی لطیفہ نے ظاہر ہوکر انا لہٗ لحافظون کی صورت سے ڈھارس بندھوائی۔ یہاں بھی ایسا ہوا کہ بنی اُمیہ کی مردہ لاشوں میں سے مُخرج الحیّ مِنَ المیّت نے حضرت عمر بن عبد العزیز کو اُموی تخت کا وارث بنا دیا۔ یہ امام ابوحنیفہؒ کے عنفوانِ شباب کا زمانہ تھا کہ عمر بن عبد العزیز نے آزادیٔ ملّت کے پہلے منشور کا اعلان کر دیا۔

لا طاعۃ لنا فی معصیۃ اللّٰہ۔ (ابن سعد)

اللہ کی نافرمانی میں ہماری اطاعت کوئی نہ کرے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی نوجوان حسّاس فطرت عمر بن عبد العزیز کے منشور و پیغام سے متاثر ہوئی۔ چنانچہ آپ نے بلند ہمتی سے کام لیتے ہوئے علومِ نبوت کے مشہور امام حماد بن ابی سلیمان کے حلقہ میں داخل ہو گئے اور دس سال تک ان کے ساتھ رہے۔

ابوحنیفہؒ کی ہجرتِ مکہ اور کوفہ کو واپسی :

اِدھر تقدیر کا فیصلہ کہ حضرت عمر بن عبد العزیز خلافت کی مختصر مدت دو ڈھائی سال پورے کر کے اپنے خدا سے جا ملے اور ان کی جگہ یزید تخت نشین ہوا۔ یزید کے بعد امام صاحب کے زمانہ میں چھ خلفاء بنی اُمیہ یکے بعد دیگرے آئے، جنہوں نے [illegible] کی راہوں کو چھوڑ کر عجمی سلاطین کا طریقہ اختیار کر لیا تھا۔ بے جا طرف داریاں خلفاء کا وطیرہ تھا۔ ایک عورت کی خاطر بڑے بڑے قاضیوں کو برطرف کر دیا جاتا تھا۔ چنانچہ امام صاحب ان ہی مظالم اور ناگفتہ بہ حالات سے تنگ آ کر مکہ معظمہ چلے گئے اور عباسیوں کے اقتدار تک وہیں قیام رہا۔ (موفق ج ا ص ۲۱۶)

سیاسی لائحۂ عمل :

کوفہ واپسی پر آپ نے جہاں تدوینِ فقہ و قانون پر مکمل توجہ دی، وہاں اس قانون کے نفاذ و اجراء اور بالادستی کے لئے ایسا سیاسی لائحۂ عمل اختیار کیا جس میں مروّجہ سیاست کی طرح پراپیگنڈے، نعرہ بازی، ہڑبونگ جلسے جلوس، بہتان تراشی اور دشنام طرازی کا نام تک نہ تھا۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ اپنی شہرت اور وجاہت کے بجائے قانون کی بالادستی اور رسوخ چاہتے تھے۔

آپ کی خاموش مگر حکیمانہ سیاست کے جو دور رس انقلابی نتائج نکلے، وہ اسلامی سیاست کے اُصول بن کر تاریخ کا سنہری باب بن گئے ہیں۔

نوکرشاہی کے طرزِ عمل پر انتباہ :

آج کی طرح ہر دور میں نوکرشاہی اور بیوروکریٹس قانون کے نفاذ اور انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے میں حائل رہے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کو جب عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور (جس کا تفصیلی ذکر آئندہ صفحات میں آرہا ہے) عہدۂ قضا قبول کرنے پر مجبور کر رہا تھا تو ایک دفعہ اس کو مخاطب کر کے امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا :

ان لک حاشية يحتاجون الى من يكرمهم لک۔ (موفق ص ۱۷۰ ج ۲)

امیر المؤمنین ! آپ کے گرد و پیش میں جو لوگ ہیں ان کو تو ضرورت ایسے حکام کی ہے جو آپ کی وجہ سے ان کا اکرام کریں۔

اس سے امام ابوحنیفہؒ خلیفہ منصور پر یہ تعریض اور تنبیہ کرنا چاہتے تھے کہ آپ کے حوالی موالی، اعزہ و اقرباء اور نوکرشاہی کے افراد، انصاف، قانون کی بالادستی اور مساوات کو پسند نہیں کرتے۔ آپ نے اس مجلس میں خود خلیفہ منصور کو یہ بھی کہا کہ :

اسلامی مساوات اور قانون کی بالادستی :

''اگر کوئی مقدمہ آپ پر دائر ہو اور آپ مجھ سے یہ چاہیں کہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کروں اور دھمکی دیں کہ اگر ایسا نہ کرو گے تو تجھے دریا میں غرق کر دوں گا۔ تو یاد رکھئے میں دریا میں ڈوب جانے کو پسند کروں گا، لیکن خلافِ انصاف فیصلہ کروں مجھ سے یہ نہیں ہوسکتا'' (موفق ج ۲ ص ۱۷۵)

یہ بات صرف حسین الفاظ، محض نظریہ اور خوشنما تصور تک محدود نہ تھی بلکہ ابوحنیفہؒ نے عملی طور پر نازک ترین حالات میں بھی اسلامی سیاست اور اصلاح و تدبیر کے اصول کو نبھایا۔

حکومت سے استغناء و بے نیازی :

ایک مرتبہ ابوجعفر منصور نے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے پاس کچھ رقم بھیجی، مگر آپ نے لینے سے انکار کر دیا۔ دوستوں اور خیر خواہوں نے مشورہ دیا اور کہا :

تصدق بھا ۔۔۔۔۔۔ لے کر خیرات ہی کر دیجئے

مگر امام اعظم ابوحنیفہؒ نے فرمایا :

او عندھم شیء حلال ؟ او عند ھم شیء حلال۔

(امام ابوحنیفہؒ کی سیاسی زندگی ص ۵۵)

کیا ان لوگوں کے پاس حلال بھی کچھ ہے کیا ان لوگوں کے پاس حلال بھی کچھ ہے؟

بعد الوفات جب امام ابوحنیفہؒ کو بغداد کے عام قبرستان کے بجائے علیحدہ دفن کیا گیا تو خلیفہ منصور بھی قبر پر نماز پڑھنے آیا پوچھا کہ انہیں عام مقبرے سے علیحدہ کیوں دفن کیا گیا۔

لوگوں نے جواب دیا کہ امام ابوحنیفہؒ بغداد کے خطۂ اراضی کو ارضِ مغصوبہ قرار دیتے تھے اور یہ ان کا فتویٰ اور وصیت تھی کہ مجھے ایسی زمین میں نہ گاڑنا جو ناجائز ذریعہ سے حاصل کی گئی ہو۔

خلیفہ منصور نے امام اعظم ابوحنیفہؒ کی قبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا :

من یعذرنی منک حیا و میتاً ۔

زندگی اور مرنے کے بعد بھی تجھ سے مجھے کون بچا سکتا ہے۔

اصلاح وتدبیر کی حکیمانہ کوشش اور امام ابوحنیفہؒ کا سیاسی مسلک :

بات طویل ہو جائے گی، ایسے واقعات سے ابوحنیفہؒ کی سیرت معمور ہے، مگر ان ہی کے ایک دو واقعات (اور اس کتاب میں مختلف مقامات پر درج شدہ دیگر دسیوں واقعات) سے امام صاحب کے سیاسی مسلک کو سمجھا جا سکتا ہے۔ جسے ہم حکومتِ ظالمہ سے مقاطعہ یا ترکِ موالات اور اصلاح وتدبیر کی حکیمانہ کوشش سے تعبیر کر سکتے ہیں، کیونکہ آپ سمجھتے تھے کہ حکومت کی منت پذیری کے بعد وہ جرأت اور دلیری باقی نہیں رہتی، جس کی توقع بے نیازی اور استغناء میں کی جاتی ہے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب بڑے بڑوں کے ایمان خریدے جا رہے تھے اور چالیس چالیس مشائخ یہ شہادت دے رہے تھے کہ حکومت کرنے والے افراد ہر قسم کی مسئولیت سے بری ہوتے ہیں۔

یزید بن عبدالملک جو حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بعد خلیفہ ہوا اور امام اعظم کا ہم عصر تھا لکھا ہے کہ :

''اسی زمانہ میں'' اتوہ اربعین شیخاً شھدو اله ان الخلفاء لاحساب علیھم و لا عذاب'' (یافعی ص ۲۱۲) چالیس شیخ پیش ہوئے اور گواہی دی کہ

خلفاء سے قیامت کے روز نہ حساب لیا جائے گا اور نہ ان کو ان کے جرائم کی سزا ملے گی''۔

اور جب ہشام بن عبدالملک کوفہ کے گورنر خالد بن عبداللہ ابن النصرانیہ (۱۰۵ سے ۱۲۰ تک گورنر تھا) ڈنکے کی چوٹ کہہ رہا تھا۔

ان الخلیفة هشامًا افضل من رسول الله۔

خلیفہ ہشام العیاذ باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل ہے۔

بنی اُمیہ کے طاغیہ حجاج (الجصاص نے خواجہ حسن بصری کا ایک طویل بیان نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حجاج منبر پر چڑھ جاتا اور بک بک شروع کر دیتا تا اینکہ نماز کا وقت جاتا رہتا، نہ خدا سے ڈرتا تھا اور نہ مخلوق سے شرماتا تھا، بس اوپر تو اس کے خدا تھا اور نیچے ایک لاکھ اور ایک لاکھ سے زیادہ ملازمین، کوئی کہنے والا نہ تھا کہ اے حجاج نماز کا وقت ہے۔ آخر پر لکھتے ہیں: هیهات والله حال دون ذالک السیف والسوط۔ (ج۲ص۴۸۸) افسوس کہ اس معاملہ میں تلوار اور کوڑا حائل ہو جاتا تھا)

اور عباسیوں کے طاغیہ ابومسلم کی طغیانیوں، سرکشیوں، مظالم، بے رحمیوں کے خونیں مناظر، کھلے ہوئے جیل خانوں کی آہ و بکا اور شور و ہنگامہ کے ہیبت ناک تصور سے اچھے اچھوں کے ارادے پست ہو جاتے تھے۔ خدا جانے کتنے شیر بیشہ آزادی و حریت کو خوف و ہراس اور طمع و لالچ نے روبہ مزاجی پر مجبور کر دیا تھا، مگر امام اعظم ابوحنیفہؒ حکومت سے مستغنی اور بے نیاز رہے اور کثرت سے یہ دو شعر پڑھا کرتے تھے ......

عَطَاءُ ذِی الْعَرْشِ خَیْرٌ مِنْ عَطَائِکُمْ
وَ سَیْبُهُ وَاسِعٌ یُرْجٰی وَ یُنْتَظَرُ

عرش والے کی داد تمہاری داد و ہش سے بہتر ہے، اس کا ابر کرم فراخ ہے جس سے

اُمیدیں وابستہ ہیں اور جس کا انتظار کیا جاتا ہے۔

وَ اَنْتُمْ يُكَدِّرُ مَا تُعْطُوْنَ مَنُّكُمْ
وَ اللّٰهُ يُعْطِىْ بِلَا مَنٍّ وَ لَا كَدَرٍ

(الخطیب ج ۱۳، ص ۳۵۹)

تم لوگ (حکومت والے) جو کچھ دیتے ہو، اس کو گدلا کر دیتے ہو اور حق تعالیٰ دیتے ہیں جس میں نہ احسان جتلانے کی اذیت ہوتی ہے اور نہ کسی قسم کی کدورت اس میں ہوتی ہے۔

احترامِ اُمت' جذبۂ ہمدردی اور وسیع پیمانے پر تجارت :

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت پر ظالم سلاطین اور امراء جور کی طرف سے جو مصائب اور مظالم ہورہے تھے، امام ابوحنیفہؒ کا فطری ترحم و جذبۂ ہمدردی انہیں ہر گھڑی بے چین رکھتا تھا۔ ابوحنیفہؒ اُمتِ محمدیہ کو ظالم سلاطین کے فولادی پنجے اور غلامی کی زندگی سے نجات دلانا چاہتے تھے۔ آپ ہی کے سامنے حضرت امام زین العابدین کے صاحبزادے حضرت زید کو بنی اُمیہ نے شہید کیا، پھر اہل بیت ہی کے خاندان سے حضرت امام حسن کے پوتے محمد بن عبد اللہ جو "نفسِ زکیہ" کے نام سے مشہور ہیں۔ عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور کے بھائی عیسیٰ کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

جب امام اعظم ابوحنیفہؒ کے سامنے ان شہیدانِ وفا کا ذکر چھڑتا تو بے اختیار رونے لگتے۔ راوی کا بیان ہے :

كان يبكى كلما ذكر مقتله۔ (موفق ج ا ص ۲۶۱)

زید بن علی کی شہادت کا جب امام ابوحنیفہؒ ذکر کرتے تو رونے لگتے۔

عبد اللہ بن زبیر کے صاحبزادے حسن کا بیان ہے :

رأيت أباحنيفه و ذكر محمد بن عبد اللّٰه بن حسن بعد ما اُصيب

و عیناہ تدمعان۔ (موفق ج ۲ ص ۸۴)

میں نے ابوحنیفہؒ کو دیکھا وہ محمد بن عبداللہ بن حسن کا تذکرہ ان کی شہادت کے واقعہ کے بعد کررہے تھے اوران کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

اسی نوع کے کثیر تاریخی یادداشتوں کی روشنی میں امام ابوحنیفہؒ کے قلب کی کیفیات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ مسلم بن سالم کہتے ہیں:

لقیت من المشائخ الکبار فلم اجد اشدّ حرمۃ امۃ محمد صلی اللّٰہ علیہ و سلم من ابی حنیفہ۔ (موفق ص ۲۴۸)

میں نے بڑے بڑے علماء سے ملاقاتیں کیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے احترام کا جذبہ جتنا شدید امام ابوحنیفہؒ میں پایا اس کی نظیر کہیں نظر نہیں آئی۔

امام ابوحنیفہؒ کے دل میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کا جتنا درد اور احترام تھا، مسلم کو اس کے ہم عصروں میں مشکل سے اس کی نظیر مل سکتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ امام صاحبؒ خود چٹائیوں پر سوتے۔ (موفق ج ۱ ص ۲۱۴)

ذاتی خوراک مہینے میں دو درہم سے زیادہ کی نہیں ہوتی تھی، کبھی ستّو اور کبھی بے چھنے کی روٹی تناول فرماتے تھے۔ (موفق ج ۱ ص ۲۴۵)

مگر اہلِ حق مظلومین، علماء، طلباء، فضلاء، ائمہ و مجتہدین، دین کے خدام اور اُمت کے عام افراد سے ہمدردی و خیرخواہی اور نصرت و مدد کے لئے وسیع پیمانے پر تجارت کا کاروبار شروع فرمایا۔ غرباء کو مضاربت پر مال دیتے تھے اور اس سے ان کی مدد کرتے تھے۔

غیر سودی بینکاری کے اوّلین موجد امام ابوحنیفہؒ ہیں :

امانتوں کی حفاظت کے لئے صحیح اسلامی بینک کاری کا سلسلہ قائم فرمایا تھا۔ نظام بنکاری کی اوّلین ایجاد و توضیح کا سہرا ابوحنیفہؒ کے سر ہے۔ (امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی ص ۱۰۲)

پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ سلوک، ضرورت مندوں کی حاجت براری، بیواؤں کی سرپرستی، مستحقین پر جود وسخا، طلباء کو تعلیمی وظائف (راوی کا بیان ہے کہ "طلبہ میں جن لوگوں کو ضرورت ہوتی، ان کی شادی بھی امام صاحب کرا دیتے اور شادی کے مصارف خود ادا کرتے، بلکہ ہر جماعت کے طلبہ کو آپ کی طرف سے باقاعدہ ماہانہ وظیفہ بھی ملتا تھا۔ قاضی ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ بیس سال تک میری اور میرے اہل وعیال کی کفالت امام ابوحنیفہؒ نے کی)۔ (ابوحنیفہؒ کی سیاسی زندگی ص ۹۰)

علماء ومحدثین اور مشائخ کی خدمت میں تحائف، ابوحنیفہؒ کی طبیعت ثانیہ بن چکے تھے اور یہ سب کچھ آپ تجارت کے منافع سے پورا کرتے تھے؛ یہی وجہ تھی کہ آپ کی قیام گاہ "مجلس البرکۃ" کے نام سے معروف ہوگئی۔

اُموی دور کے دو بدنام گورنر اور "ان" کے ظالمانہ کردار کی ایک جھلک:

ادھر امام ابوحنیفہؒ کے مسکن کوفہ میں تاریخ کی مشہور شخصیت ابن النصرانیہ خالد کی ۱۰۵ھ سے ۱۲۰ھ تک ولایت یعنی گورنری رہی۔ امام ابوحنیفہؒ نے پچیس (۲۵) سال کی عمر سے چالیس (۴۰) سال کی عمر تک کا زمانہ اسی ابن النصرانیہ کی گورنری کے عہد میں گذارا تھا گورنر خالد کے ہاتھوں اہلِ کوفہ پورے پندرہ (۱۵) سال ظلم واستبداد کی چکی میں پستے رہے۔ مسلمانوں پر کافروں کو مسلط کیا گیا، مسلمانوں کی مساجد کے مینار ڈھائے گئے۔ مسلمانوں کی کمائی سے عیسائیوں کے گرجوں کی تعمیر کی جارتی رہی۔ رسولِ خداؐ پر خلیفہ کو ترجیح دی جاتی رہی۔ حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ پر لعنتیں کی گئیں۔ رعایا کو بھوکوں مرنے پر مجبور کیا گیا۔ ابن النصرانیہ خالد کی معزولی کے بعد دوسرے گورنر یوسف بھی اس سے کچھ کم نہ تھے، دن کو رات کہنا بھی جرم تھا اور دن کہنا بھی گناہ۔

حضرت زید بن علی کا ورودِ کوفہ :

ظلم وستم کی ان ہی تاریکیوں میں اچانک خانوادۂ نبوت کے ایک چشم و چراغ حضرت زید بن علی کی کوفہ تشریف آوری اہلِ کوفہ کے لئے گویا رحمت کے ایک فرشتے کا ورود ثابت ہوئی ۔ حضرت زید بن علی امام زین العابدین کی اولاد سے ہیں ۔ ابو محمد یحیٰی الشافعی نے لکھا ہے : ''رنگ حضرت زید کا گورا تھا، آنکھیں بڑی بڑی ابرو دونوں ملے ہوئے تھے، جسم کی بناوٹ مکمل تھی ۔ قد دراز تھا، داڑھی گھنی، سینہ فراخ اور کشادہ بلند بینی، داڑھی اور سر کے بال سیاہ، تھوڑی آمیزش سفید بالوں کی دونوں رخساروں کے اطراف میں ہو چکی تھی ۔ (مقدمہ الروض)

امام ابوحنیفہؒ کے ہمراز، دستِ راست منصور بن المعتمر نے علانیہ حکومت سے مقابلہ کے لئے لوگوں سے حضرت زید کی جانب سے بیعت لینی شروع کردی ۔ ان کی تحریک پر چار ہزار انسانوں نے حضرت زید کے ساتھ مل کر بنی امیہ کی حکومت سے مقابلہ کرنے کا عہد کرلیا ۔ سفیان ثوری اور امام اعمش نے بھی حضرت زید سے خلوص وللّٰہیت اور ایثار ومحبت کا مظاہرہ کیا، گو سیاسی عمل میں گوشۂ خمول کو ترجیح دی، مگر حضرت زید کی نگاہ میں اسلام کی عظیم شخصیت اور کوفہ کی سیاست وریاست کے اصول واحکام پر مجتہدانہ اور فقیہانہ نظر رکھنے والے امام پر تھی ۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ایک خاص قاصد فضیل بن زبیر کو امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں بھیجا۔

حضرت زید کی حمایت میں ابوحنیفہؒ کا فتویٰ :

چنانچہ حقیقتِ حال کے واضح ہوجانے کے بعد امام ابوحنیفہؒ نے فتویٰ دیا کہ :

''حضرت زید کا اس وقت اُٹھ کھڑا ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدر میں

تشریف آوری کے مشابہ ہے''۔

فقہی اور شرعی نقطۂ نظر سے سیاست کا مفہوم :

مگر اس کے ساتھ ساتھ امامِ اعظم ابوحنیفہؒ قانونی فقہی اور شرعی نقطۂ نظر سے حکومتِ جابرہ اور ملکِ عضوض کے مقابلے میں جس خالص اسلامی سیاست کو اپنائے ہوئے تھے، بہت سوں کی نظر وہاں نہ پہنچ سکی۔ سیاست جسے ''الامر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ جسے دوسرے الفاظ میں اسلامی زندگی پر لوگوں کو قائم رکھنا اور اس کی دعوت دینا بھی کہا جا سکتا ہے۔ جس کا اہلِ اسلام سے قرآن وحدیث میں مختلف حیثیتوں سے مطالبہ کیا گیا ہے۔ اسی دور میں محدثین کے ایک بڑے طبقے نے ظالم سلاطین کے مقابلہ میں خاموشی اختیار کرنے اور اپنی ذاتی ذمہ داریوں کی تکمیل میں اپنی استطاعت کی حد تک مشغول رہنے کو اسلامی سیاست قرار دے کر گوشۂ خمول میں زندگی گذارنے کو ترجیح دی۔

(ان حضرات کا مستدل قرآن کی یہ آیت ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ (المآئدہ:۱۰۵) مگر نہ سمجھنے والوں کو کیسے سمجھایا جاتا کہ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ ..... (یعنی جب تم اپنے متعلقہ فرائض صحیح ادا کر رہے ہو) کی شرط کی صورت میں مسلمانوں کے متعلقہ فرائض میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی داخل ہے تو اس فرض کے تارک کو ہدایت یافتہ نہیں قرار دیا جا سکتا، تاہم نصِ قرآنی کی نبوی تشریح یہ ہے کہ جب تم کسی منکر اور غیر اسلامی چیز کو دیکھو تو ہاتھ سے روکو اگر اس کی سکت نہ ہو تو زبان سے روکو اور اگر اس کی بھی سکت نہ ہو تو دل سے بُرا جانو اور یہ ایمان کا ضعیف ترین درجہ ہے)

امامِ اعظم ابوحنیفہؒ جہاں ظالم سلاطین کے مقابلہ میں سکوتِ مطلق یا اعراضِ مطلق کا سیاسی مسلک اختیار کرنے کو معروف کے امر اور منکر کی نہی کے فرضِ قرآنی کو منسوخ قرار

دینے کے مترادف سمجھتے تھے۔ وہاں حالات کا اندازہ، عواقب وانجام اور نتائج سے بے نیاز ہو کر محض سیاست برائے سیاست کی خاطر میدان میں کود پڑنے، شرعی اور فقہی نقطۂ نگاہ اور نبوی تعلیمات کی رو سے غیر مفید اور بعض حالات میں مضر اور قابلِ مواخذہ جرم قرار دیتے تھے، منکر کو بدلنا ضروری قرار دیتے تھے، مگر جب منکر کے بدلنے سے کسی بدترین منکر کو راہ ملتی تھی تو اعتدال اور احتیاط کی راہ چلتے تھے۔

قرآن کی آیات، احادیثِ نبوی اور صحابۂ کرام کے طرزِ عمل کو پیشِ نظر رکھ کر آپ نے عملاً بھی یہی سیاسی مسلک اختیار کر رکھا تھا۔

آخر قرآن ہی سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر حال میں منکر کو بدلنا فرض نہیں ہے، ورنہ اس قسم کی آیتوں کا کیا مطلب ہوگا۔

فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۔(الاعلیٰ:۹)

لوگوں کو نصیحت کرو اگر نصیحت فائدہ پہنچا رہی ہو۔

فَذَكِّرْ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ ٥ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُسَيْطِرٍ ٥(الغاشیہ:۲۱،۲۲)

تم لوگوں کو نصیحت کرو تم نصیحت کرنے والے ہو تم کو ان پر داروغہ نہیں مقرر کیا گیا۔

مشہور حنفی امام ابوجعفر طحاوی کی رائے :

مشہور حنفی امام ابوجعفر طحاوی نے اسی بنیاد پر تمام روایتوں کو جمع کرنے کے بعد حنفی نقطۂ نظر کو واضح کر دیا ہے کہ :

''جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کوئی فائدہ مرتب نہ ہو جن لوگوں کو روکنے کی ضرورت ہو، ان سے مقابلہ کی طاقت نہ ہو (اور اس سے بدترین انقلاب یقینی ہو) پس یہی وہ وقت ہے کہ بات اپنی

ذات تک محدود رہ جاتی ہے۔

اسی زمانہ کے متعلق کہا گیا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ (المآئدہ:۱۰۵)(مشکل الآثار ج ۱ ص ۶۶ ملخصاً)

ایمان والو! تم پر اپنی نگرانی واجب ہے جو گمراہ ہوا تمہیں ضرر نہیں پہنچا تا اگر تم سیدھی راہ چلے"۔

احقر کی رائے میں اپنی اپنی ذات تک بات کے محدود ہونے سے مراد اُمت کا درد، اور انقلابِ اُمت کا جذبہ رکھنے والے تمام افراد کا اپنی صفوں میں یگانگت واتحاد کا تحفظ اور مضبوط اسلامی انقلابی قوت بن کر ملت کے احیاء اور استحکام کا کام کرنا ہے۔

ابراہیم الصائغ جو ظالم سلاطین سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوئے سیاسی مقابلے میں شہید کردئے گئے سے متعلق امام اعظم ابوحنیفہؒ فرمایا کرتے:

قتل و لم یصلح للناس امرا۔ (احکام القرآن ج ۲ ص ۳۳)

شہید ہو گیا اور لوگوں کے لئے کوئی اصلاحی کام بھی ان سے نہ بن پڑا۔

ایک مضبوط سیاسی جماعت کی ضرورت:

امامِ اعظم ابوحنیفہؒ ایسی قربانی جس کا فائدہ ایک دو افراد کے درجۂ شہادت تک محدود ہو اور ملت کے لئے نافع نہ ہو اور جس سے بعض حالات میں دوسرے لوگوں میں بھی آگے بڑھنے کی جرأت اور ہمت چھوٹ جاتی ہو کے مقابلہ میں صالح رفقاء کی نصرت ایک مضبوط جماعت اور ناقابلِ تفریق سیاسی قوت کے بہم پہنچانے کو ضروری قرار دیتے ہیں۔

فرمایا: اگر (حکومت جابرہ اور ظالم سلاطین سے مقابلہ کرنے والوں کو) صالح

رفقاء میسر آجائیں اور ایک آدمی ان کی سرداری کرے اور یہ ایسا آدمی ہو جو اللہ کے دین میں قابلِ اعتماد ہو اور اپنے مسلک نہ پلٹے۔ (احکام القرآن)

تب مسلمانوں کو اس اجتماعی فرض کی ادائیگی کے طور پر اس میدان میں ثابت القدم اور راسخ العزم ہو کر ظالم سلاطین کے جور و ستم کے مقابلہ میں ایک سیسہ پلائی دیوار ہو جانا چاہئے۔

حنفی نظریۂ سیاست کا مرکزی نقطۂ عمل :

تاہم اگر کوئی شخص ایک صالح انقلاب کی توقع پر انفرادی طور اس فرض کی بجا آوری پر آمادہ ہو کر خود کو شہید کرادے، تو حنفی نقطۂ نظر سے وہ عند اللہ ماجور شہید اور اجر عظیم کا مستحق ہے۔

علامہ بدرالدین عینیؒ نے لکھا ہے :

''اگر وہ سمجھتا ہے کہ مخالفین کی مار دھاڑ پر صبر کر سکے گا اور کسی کے سامنے اس کا گلہ شکوہ نہ کرے گا اور قصداً کسی بدترین انقلاب کا وسیلہ بھی نہ بنے گا تو پھر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے میں ایسے آدمی کے لئے مضائقہ نہیں ہے بلکہ اس کو مجاہد قرار دیا جائے گا''۔ (عینی جلد دوم)

گویا نہی عن المنکر کی بنیاد صرف افادہ ہی پر نہیں ہے بلکہ ابتلاء و امتحان میں ایک بڑا مقصد ہے، مگر امام اعظم ابوحنیفہؒ کی نظر و بصیرت دقیق اور دور رس نتائج پر تھی، اس لئے آپ فوراً ابتلائی نصب العین کی تعمیل پر آمادہ ہو جانے کو ضروری نہیں سمجھتے۔

آپ کا نظریہ یہ ہے کہ مایوسی کے بعد بھی اگر مسلمانوں کو اسلامی زندگی گزارنے کی دعوت دینے اور منکرات سے دور رکھنے کے امکانات نظر آتے ہوں تو ابوحنیفہ کے نزدیک

کرادینے کے بجائے ان امکانات سے نفع اُٹھانے کی حتی الوسع کوشش کرتے ہیں۔قتل ہونے میں ذاتی فائدہ اورشہداء کی سیادت کا بہت بڑا فائدہ ہے۔بعض حالات میں اس سے دوسروں کی حوصلہ شکنی اور ہمت کسلی بھی ہوجاتی ہے،مگراجتماعی ملّی فائدہ،ملّت کے احیاء اور اصلاح وتدبیر سے امکانی منافع کے حصول میں ہے۔اور یہی امامِ اعظم ابوحنیفہؒ کا سیاسی مسلک اوراجتماعی زندگی میں فقہی وشرعی پالیسی ہے۔

حضرت زیداورامام ابوحنیفہؒ وحدتِ مقصد کے باوجودسیاسی لائحۂ عمل میں جدار ہے :

حضرت زید کوفہ میں ظالم سلاطین کے خلاف جماعت بنا چکے تھے۔حضرت زید کی شخصیت بھی ایسی تھی کہ دین کے لحاظ سے اُن پر بھروسہ کیا جاسکتا تھا۔امام صاحبؒ نے ان کی صداقت اورمعاونت کا فتویٰ بھی دے دیا تھا،مگر دقتِ نظر،عواقب وانجام کی خبر،اہلِ کوفہ کے حالات اورذاتی تجربات اورخدادادفہم وفراست کی بدولت امام ابوحنیفہؒ کو یقین ہوچکا تھا کہ حضرت زید کے اردگرد ہزاروں کا مجمع حقیقی فربہی نہیں بلکہ ورم ہے،یہی وجہ تھی کہ امام اعمش اورسفیان ثوری جیسے بزرگوں نے حضرت زید کے مسئلہ میں سکوت اختیار کرلیا تھا،نہ منع ہوئے اور نہ شریک ہوئے۔

امامِ اعمش توقسم کھا کر کہتے :

خدا کی قسم ! لوگ حضرت زید کو قطعاً ضرور چھوڑ دیں گے۔خدا کی قسم !یقیناً لوگ انہیں دشمنوں کے سپرد کردیں گے۔

سلمہ بن کہیل' داؤد بن علی' سفیان ثوری،عبداللہ بن حسن کی بھی یہی رائے تھی۔

امامِ اعظم ابوحنیفہؒ بھی حضرت زید شہید کے ساتھ عملاً شریک نہ ہوسکے اورعدم شرکت کی وجہ یہ بیان فرمائی۔

اگر میں یہ جانتا کہ لوگ حضرت زید کو چھوڑ نہ دیں گے اور یہ کہ لوگ واقعی سچائی کے ساتھ حضرت زید کے ساتھ کھڑے ہوں گے تو میں ضرور حضرت زید کی ہمرکابی اختیار کرتا اور آپ کے مخالفین کے ساتھ جہاد کرتا کیونکہ یہ امام برحق ہیں۔

اس قدر کھلی اور واضح رائے اور صریح سیاسی مسلک کے باوجود حضرت زید کے اخلاص وللہیت اور امامِ برحق ہونے کے یقین کی وجہ سے امام ابو حنیفہؒ نے ان کی زبردست مالی امداد کی۔ ہزار ہزار روپے کی دس تھیلیاں گھر سے لا کر حضرت زید کے قاصد فضیل کے حوالہ کیں اور ان سے فرمایا:

''میں حضرت زید کی خدمت اس مال سے کرتا ہوں، حضرت سے عرض کرنا کہ: اپنے مخالفوں کے مقابلہ میں اس سے بھی فائدہ حاصل کریں۔ (موفق ج ا ص ۲۶۰)

بہرحال سیاسی پالیسی یا معروف کے امر کے لئے طریقِ کار کے تعین کا مسئلہ اجتہادی ہے۔ ابو حنیفہؒ نے بھی جسمانی شرکت کی بجائے مالی شرکت اختیار کی، گویا حج بدل پر قیاس کر کے ''جہادِ بدل'' کا طریقہ اختیار فرمایا''۔

ابو حنیفہؒ کے سیاسی عمل کا اجمالی خاکہ:

خلاصہ یہ کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ چالیس سال کی عمر سے ستر سال کی عمر تک میدانِ سیاست میں اُترے رہے اور جب تک دوسرے امکانات سے نفع اٹھانے کا موقع ملتا رہا، استفادے میں انہوں نے کوئی کمی نہیں کی۔ سیاسی حکمت عملی فقہ حنفیہ کی بالادستی تلامذہ کے ایک بڑے حلقہ اور قاضیوں کی ایک بڑی جماعت کے مستقبل میں غلبہ اور فقہ حنفیہ کو آئینی حیثیت اور قانونی تحفظ اور عملاً مکمل نفاذ کی راہ ہموار کرنے کے بعد سلطان جابر کے سامنے کلمۂ حق کا اظہار کر کے شہادت یا قریب قریب شہادت کے جام شہادت کو نوش فرمایا۔

امام ابوحنیفہؒ اور حکومت بنی اُمیہ کی سیاسی پالیسی :

بنی اُمیہ اور امام ابوحنیفہؒ کے تعلقات کی نوعیت کیا تھی۔ ابن عساکر کا بیان ہے کہ حکم بن ہشام کہتے تھے :

''ہماری حکومت (بنی اُمیہ) نے چاہا کہ اپنے خزانے کی کنجیاں ابوحنیفہؒ کے حوالہ کر دیں یا وہ اپنی پیٹھ کو کوڑے سے پٹوانے کے لئے تیار ہو جائیں، پس امام ابوحنیفہؒ نے حکمرانوں کے عذاب کو اختیار کر لیا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے جان بچالی''۔

نرمی سے گرمی :

جنہیں بنی اُمیہ کی تاریخ اور امام ابوحنیفہؒ کی زندگی سے کچھ مطالعاتی دلچسپی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ حکومت کی پالیسی ابتدائے روز سے امام ابوحنیفہؒ کے متعلق یہی تھی کہ پہلے نرمی سے کام لیا جائے اور نرمی میں جس حد تک مبالغہ ممکن ہے، اس میں کمی نہ کی جائے لیکن نرمی سے جب کام نہ چلے تب گرمی کے طریقوں کو اختیار کیا جائے۔

قاہرہ حکومت کا سب سے بڑا گورنر ابن ہبیرہ اور امام ابوحنیفہؒ :

حکومت بنی اُمیہ کی اس پالیسی پر عمل کرنے کا زیادہ موقعہ گورنر یزید بن عمر بن ہبیرہ کو ملا جس نے ۱۲۹ھ سے ۱۳۲ھ تک اپنے علاقہ میں امن قائم رکھا جو اپنے زمانے کا ممتاز سیاستدان تھا۔

اسی ابن ہبیرہ نے امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں عرض کیا :

''آیئے شیخ ! اگر آپ اپنی آمد و رفت کو ہمارے ہاں ذرا بڑھا دیں تو آپ سے ہم فائدہ اُٹھائیں اور ہمیں آپ سے نفع پہنچے۔ اس زمین میں زمین کی سب سے بڑی قاہرہ

حکومت کا سب سے بڑا گورنر ابوحنیفہؒ کی خدمت میں دوستی بڑھانے کی درخواست کر رہا ہے جو درحقیقت حکومت بنی اُمیہ کی ترجمانی اور سیاسی پالیسی کی غمازی تھی۔

امام اعظمؒ نے جواباً ارشاد فرمایا:

"تمہارے پاس آکر کیا کروں گا، اگر تم مجھے نزدیکی اور قرب عطا کروگے تو فتنہ میں مبتلا کروگے، اگر ہمیں تم نے دور رکھا یا قرب عطا کرنے کے بعد نکال دیا تو خواہ مخواہ کے غم میں مجھے مبتلا کروگے"۔

امام ابوحنیفہؒ کو خدا تعالیٰ نے حقائق شناس فطرت بخشی تھی، جس کے تجربے سے پہلے قرب کو بھانپ لیا تھا۔

اس کے ساتھ امام صاحبؒ نے اپنے اس استغنائی طرزِ عمل اور بے باکانہ گفتگو سے ابن ہبیرہ سے یہ بھی فرمایا:

"تمہارے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کی وجہ سے میں تم سے ڈروں"۔

گورنر پر یہ واضح کردینا مقصود تھا کہ:

ابوحنیفہؒ مال و جاہ کے لحاظ سے مستغنی ہیں، اللہ نے انہیں ان دونوں نعمتوں سے مالا مال فرمایا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ پر لالچ اور دھونس دھمکی کے سیاسی تجربے:

اب نرمی کے بعد گرمی اور لالچ کے بعد دھونس دھمکی کا سیاسی تجربہ ابوحنیفہ پر کیا جانے لگا۔ عراق، ایران اور خراسان جیسے عظیم صوبوں کے مطلق العنان حاکم (گورنر) ابن ہبیرہ نے ربیع کے ذریعہ امام صاحب کو گورنر کے بعد سب سے با اختیار وزیر بنائے جانے کی پیشکش کی اور پیغام بھیجا کہ:

''گورنر کی مُہر ان کے سپرد کی جائے گی تاکہ جو کوئی حکم نافذ ہو اور کوئی کاغذ جو حکومت کی طرف سے صادر ہو اور خزانہ سے کوئی مال برآمد ہو وہ سب امام ابوحنیفہؒ ہی کی نگرانی میں ہو اور ان ہی کے ہاتھ سے نکلے''۔

(معجم ج۲ص۱۷۷)

جب امام اعظم ابوحنیفہؒ نے دولت بنی اُمیہ کے اس جلیل منصب کے قبول کرنے سے بھی قطعی انکار کر دیا تو اکابر علماء داؤد بن ابی ہند، ابن شبرمہ اور ابنِ ابی لیلیٰ جیسے بڑے بڑے فقہاء کا ایک وفد ابوحنیفہؒ کی تفہیم کے لئے حاضرِ خدمت ہوا اور سمجھانا شروع کیا کہ :

''ہم لوگ تمہیں خدا کی قسم دیتے ہیں کہ تم اپنے آپ کو تباہی میں نہ ڈالو۔ ہم لوگ آخر تمہارے بھائی ہیں اور حکومت کے اس تعلق کو ہم میں سے ہر ایک ناپسند ہی کرتا ہے لیکن کوئی چارہ کار اس وقت قبول کر لینے کے سوا نظر نہیں آتا''۔

حکومت بنی اُمیہ سے ترکِ موالات کا قطعی فیصلہ :

ناصحانِ مشفق کے اس وفد کے جواب میں ابوحنیفہؒ نے فرمایا :

''یہ ملازمت تو خیر بڑی چیز ہے، اگر حکومت مجھ سے چاہے کہ وسط شہر کی مسجد کے صرف دروازے گنا کروں تو میں یہ بھی نہیں کروں گا''۔

انکار کے عواقب اور خطرناک نتائج کے پیشِ نظر علماء کا وفد حیران تھا۔ ادھر ابن ہبیرہ انکار کی صورت میں تمام اختیارات استعمال کر دینے کی قسم کھائے بیٹھا تھا۔ اُدھر ابوحنیفہؒ بھی حکومت میں عدم شرکت کی قسم لے چکے تھے۔

فو اللہ لا ادخل فی ذالک۔

خدا کی قسم میں اس میں اپنے آپ کو کبھی شریک نہیں کروں گا۔

تب ابی لیلیٰ سے نہ رہا گیا وفد کے شرکاء سے کہا :

وهو صاحبكم فهو المصيب وغيره المخطي۔

چھوڑ دو اپنے رفیق (ابوحنیفہؒ) کو حق پر وہی ہیں ان کے سوا دوسرے غلط راستے پر ہیں۔ (امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی ص: ۱۷۸)

امام اعظم ابوحنیفہؒ ترکِ موالات کا فیصلہ کر چکے تھے جو حکومت کو ایک لمحہ بھی پسند نہ تھا۔ گورنر ابی ہبیرہ نے آپ کو پندرہ (۱۵) دن کے لئے جیل بھیج دیا۔ وہاں بھی طمع ولالچ اور جاہ ومنصب کی مسلسل پیش کش ہوتی رہی۔ اولاً الطراز (شاہی کارخانہ کی نگرانی) کا عہدہ پیش کیا گیا، جب انکار دیکھا تو عہدۂ قضا کی پیش کش کر دی۔

امام ابوحنیفہؒ نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا تو گورنر ابن ہبیرہ نے غیظ و غضب سے معمور ہو کر قسم کھاتے ہوئے اعلان کیا :

وان لم يفعل لنضربنه بالسياط۔

اگر عہدۂ قضاء کو بھی ابوحنیفہؒ نے قبول نہ کیا تو میں ان کے سر پر کوڑے مار کر رہوں گا۔

گورنری کا گھمنڈ ابوحنیفہؒ کے نشۂ ایمان کو نہ توڑ سکا :

گورنر نے امارت کے گھمنڈ میں قسم کھائی تو لوگ کانپ اُٹھے، مگر ابوحنیفہؒ جو دین کے نشہ میں مخمور تھے، ابن ہبیرہ کے کوڑوں سے زیادہ آخرت کی آہنی گرز کی چمک ان کے یقین کی آنکھوں کے سامنے کوندرہی تھی۔ ابوحنیفہؒ نے اسی لب ولہجہ میں فرمایا

واللہ لا افعلت ولو قتلني ۔

خدا کی قسم ! میں ہرگز عہدۂ قضا قبول نہ کروں گا، مجھے ابن ہبیرہ قتل ہی کیوں نہ کر دے۔

امام ابوحنیفہؒ کا یہ جواب گورنر کی رفعت کے مینار ے کی کلہاڑی تھی، ...

صاحبؒ کا یہ جواب اس کے احساس برتری پر ایسی چوٹ تھی کہ تلملا اُٹھا۔ ابوحنیفہؒ کو جیل سے نکلوا کر اپنے سامنے حاضر کروایا۔ غصہ سے جہنم کی آگ کی طرح بھڑک رہا تھا۔ دنیوی اختیارات کے وسعتوں کے پیش نظر ابوحنیفہؒ کو موت تک کی دھمکی دے رہا تھا۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے سکینت استقامت اور بڑی بے نیازی کے ساتھ فرمایا :

انما هی میتة واحدة ۔ صرف ایک ہی موت تک ابن ہبیرہ کا اقتدار ہے۔

ابن ہبیرہ کے اشارہ سے جلاد ٹوٹ پڑے پ ابوحنیفہؒ کے کھلے سر پہ پے در پے کوڑے برس رہے تھے، جب سزا کے بعد ابوحنیفہؒ کو واپس جیل خانہ لے جایا جارہا تھا تو سر پر مار کے نشان پڑے ہوئے تھے اور مظلوم امامؒ کا چہرہ سوجا ہوا تھا۔

احترام والدہ :

امام ابوحنیفہؒ پر گریہ طاری ہوا، لوگوں نے دریافت کیا تو امام صاحبؒ نے فرمایا :
اس مار کا مجھے خیال نہیں بلکہ مجھے اپنی ماں کا خیال ہے، میرے اس حال کو دیکھ کر ان بے چاری کا کیا حال ہوگا۔ (موفق ج ۲ ص ۲۲)

عباسی انقلابی تحریک اور ابوحنیفہؒ کی ہجرتِ حرم :

ہجرت کا ایک سو تیسواں سال تھا۔ عباسیوں کے داعی اور طاغیہ ابومسلم خراسانی نے بنی اُمیہ کی حکومت کے خلاف سارے ممالک اسلامیہ میں سازش کا جال پھیلا دیا تھا۔ ابراہیم بن میمون اور محمد بن ثابت عبدی وغیرہ اس کے دوست تھے اور اس انقلاب میں اس کی مدد کر رہے تھے، مگر امام ابوحنیفہؒ ابومسلم کی ظالمانہ حرکات اور انقلاب کے عواقب ونتائج پر نظر رکھتے تھے، گو بنی اُمیہ کے مظالم کے خلاف یہ تحریک چلائی جارہی تھی اور ابوحنیفہؒ اس کے ستائے ہوئے تھے۔ بشری تقاضے ایسے حالات میں جہاد کے عنوان سے انتقام کے

جذبات بھی اُبھار دیتے ہیں، مگر چونکہ اس تحریک سے کسی صالح انقلاب کی توقع نہیں تھی محض حکومت اور چہرے بدلنے تھے۔

چنانچہ ٹھیک جن دنوں عباسیوں کی تحریک اندر سے باہر آ گئی اور ملک کے مختلف حصوں میں بنی اُمیہ کے خلاف شورشیں اور بغاوتیں برپا ہوئیں، امام ابوحنیفہؒ نے ان ہی دنوں میں مجاورتِ حرم کی زندگی اختیار کر لی۔

فهرب الى مكة و اقام بها سنة مائة و ثلاثين۔ (کردری ص ۲۷)

امام ابوحنیفہؒ مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور ۱۳۰ھ تک وہیں قیام رہا۔

جب تک عباسی تحریک بنی اُمیہ کی حکومت کا خاتمہ کر کے تختِ خلافت پر عباسیوں کو قبضہ دلانے میں کامیاب نہ ہوئی، امام ابوحنیفہؒ حرمین شریفین میں گھومتے رہے۔ البلد الامین میں پناہ گزینی کی یہ مدت کوئی سوا چھ سال بنتی ہے۔

ابوحنیفہؒ کی زندگی کا سب سے بڑا سیاسی کارنامہ :

بنی اُمیہ کی حکومت ختم ہوئی۔ عباسی تخت نشین ہوئے انقلابِ حکومت کا یہ واقعہ اسلامی تاریخ کا بڑا اہم باب ہے۔

عباسیوں کا پہلا حکمران ابوالعباس قرار پایا۔ ابوالعباس کا لقب سفاح (خون ریز خون بہانے والا) مشہور ہوا۔ وجہ یہ تھی کہ عباسیوں اور ان کے پہلے خلیفہ سفاح نے بھی ان ہی حرکات سفاکیوں اور خون ریزیوں کا اعادہ کیا، جس کی وجہ سے لوگ بنی اُمیہ سے بیزار ہوئے تھے اور جسے ابوحنیفہؒ کی چشمِ بصیرت انقلاب سے پہلے تاڑ چکی تھی۔

السفاح کی حکومت چار سال نو مہینے تھی۔ اس مدت میں ابوحنیفہ حجاز میں مقیم رہے یا واپس ہوئے کوئی قطعی شہادت نہ مل سکی۔ البتہ السفاح کے ساتھ اس ساری مدت میں ابوحنیفہؒ کا ایک مکالمہ تاریخ میں نقل ہوتا چلا آیا ہے۔

تاہم عباسی حکومت سے امام صاحبؒ کے تعلقات کی ابتداء ابوجعفر منصور الدوانقی کے زمانہ سے ہوئی، جو عباسیوں کا پہلا حقیقی خلیفہ اور دولتِ عباسیہ کا معمارِ اوّل اور اس کا بانی ہے۔ اسی ابوجعفر منصور کے ساتھ امام ابوحنیفہؒ کی کش مکش امام صاحبؒ کی زندگی کا سب سے بڑا سیاسی کارنامہ ہے۔

عباسی طاغیہ ابومسلم خراسانی :

عباسیوں کے طاغیہ ابومسلم خراسانی سے کون ہے جو واقف نہ ہو۔ ۱۳۱ھ سے ۱۳۶ھ تک سارے خراسان کا مطلق العنان حکمران رہا۔ عباسی حکومت کا اس زمانہ میں سب سے بڑا معمار بلکہ اساسی ستون تھا۔ اقتدار کے نشہ میں ذرہ ذرہ بات پر گردنیں اڑا دیتا تھا۔ سیاہ لباس کیوں پہنا ہے؟ صرف ایک سوال پوچھنے میں گردن اڑا دی۔ جباریت وقہرمانیت کا یہ عالم تھا کہ اس کے حکم اور ہاتھ سے قتل ہونے والوں کی تعداد مؤرخین نے چھ لاکھ بتائی ہے۔

ابومسلم اپنے سفاکانہ کرتوتوں میں ظالم الامۃ حجاج بن یوسف سے کسی طرح بھی کم نہیں۔ ابومسلم کی ظالمانہ اور سفاکانہ کاروائیاں، امام اعظم ابوحنیفہؒ سے کسی طرح بھی پوشیدہ نہ تھیں اور نہ آپ اس سے غافل تھے۔ اسلامی انقلاب اور نظامِ شریعت کی بالادستی آپ کے سیاسی رُجحانات کا اوّلین ہدف تھا۔ اس زمانہ کے اربابِ اخلاص ودیانت جنہوں نے ''البر والتقویٰ'' کی نیت سے بنی اُمیہ کی حکومت کا تختہ اُلٹنے میں ابومسلم خراسانی کی مدد کی تھی۔ اب اس شتر کینہ سیاہ سینہ انسان کی ظالمانہ حقیقتیں بے نقاب ہوکر سامنے آئیں تو انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ ہم نے بالکلیہ ''الاثم والعدوان'' پر اس کے دست وبازو کو قوت پہنچائی تھی جسے ابوحنیفہؒ کی بصیرت نے اوّلِ روز سے تاڑ لیا تھا اور جس کی وجہ سے وہ اس عمل سے کنارہ کش رہے جو بد سے بدترین انقلاب کا ذریعہ بن سکتا تھا۔

ابراہیم الصائغ اور امام ابو حنیفہؒ :

چنانچہ ابراہیم الصائغ جیسے صاحبِ اخلاص و دیانت (جو ابو مسلم خراسانی کے مغالطوں کا شکار ہو گئے تھے) پر جب اصل حقیقت بے نقاب ہو گئی تو آگ کی طرح ان کے اندر حق گوئی و بے باکی کا شعلہ بھڑک اُٹھا۔ ابو مسلم کو منافقت اور ظالمانہ کردار کی سزا دینے اور ایک عظیم اسلامی انقلاب برپا کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

چنانچہ مرو سے کوفہ تک کی اسلامی دنیا کے طویل و عریض علاقے میں مشاورت و رہنمائی اور معاونت و ہمنوائی کے لئے ان کی نظرِ انتخاب امام اعظم ابو حنیفہؒ پر پڑی۔ طویل بحث و مباحثہ کے بعد بقول امام اعظم ابو حنیفہؒ :

الی ان اتفقنا علی انه فریضة من الله تعالیٰ۔

ہم دونوں نے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ (مقابلہ کے لئے کھڑا ہونا) خدا کی طرف سے فرض ہے۔ اتفاقِ رائے کے بعد ابراہیم الصائغ نے امام ابو حنیفہؒ سے عرض کیا۔

مدّ یدک حتی ابا یعک۔ ہاتھ بڑھایئے تا کہ میں بیعت کروں۔

انفرادی منفعت پر اجتماعی اور ملّی مفاد کو ترجیح :

یہ عباسیوں کی حکومت کا ابتدائی دور تھا۔ ابراہیم حکومت کے مقابلہ میں ابو حنیفہؒ کو جس مہم کے لئے آمادہ کرنا چاہتے تھے، ابو حنیفہؒ کی نظر اس سے مہم تر امر پر مرکوز تھی۔ ابو حنیفہؒ فرصت کے اوقات کو غنیمت شمار کر کے سرِ دست ہر چیز سے الگ ہو کر معصومانہ ماحول میں وضع قوانین کے مسئلہ سے فراغت حاصل کرنا چاہتے تھے۔ وہ بظاہر ایک طرف تجارتی کاروبار اور دوسری طرف حلقہ بنا کر طلبہ کو فقہ کی تعلیم دینے میں مصروف نظر آنا چاہتے تھے۔

ابراہیم کی صداقت واخلاص دلائل کی قوت، ضرورت کی شدت اور اس کے تقاضے

اپنی جگہ جتنے بھی اہم ہوں، مگر ان کو بغیر رد و کد اور حکمت و تدبّر کے قبول کر کے اُٹھ کھڑے ہونے کا انجام بھی سامنے تھا۔ انجام کے لحاظ سے امام ابو حنیفہؒ کا بنا بنایا پروگرام بھی خاک میں مل جاتا۔ امام ابو حنیفہؒ جس راہ سے کامیابی تاڑ چکے تھے، وہ بھی ہمیشہ کے لئے بند ہو جاتی جب کہ دوسری طرف ابراہیم الصائغ والا راستہ شہادت کی خلعت سے سرفرازی اور انفرادی منفعت تک محدود تھا۔ چنانچہ امام ابو حنیفہؒ نے بڑے گہرے غور و فکر اور سیاسی بصیرت سے کام لیتے ہوئے ابراہیم الصائغ سے عرض کیا۔ آخر میں تمہاری کس لئے بیعت لوں۔

اسلامی انقلاب کے لئے تنظیمی وحدت اور اجتماعی قوت کی ضرورت :

اس قسم کی عظیم مہم میں جس تنظیمی اور اجتماعی قوت کی قدرتی ضرورت ہوتی ہے، امام ابو حنیفہؒ نے ادھر توجہ دلائی، جسے ہم ابو حنیفہؒ کی سیاسی بصیرت اور سیاسی مسلک بھی قرار دے سکتے ہیں۔ فرمایا :

اگر اس کام کی سرانجامی میں کچھ ایسے صالح لوگ مددگار بن جائیں اور ان لوگوں کا سر دھڑ ایسا آدمی ہو جس کے دین پر بھروسہ کیا جا سکتا ہو"۔

اس سے امام ابو حنیفہؒ یہ بتانا چاہتے تھے کہ :

بغیر کسی تنظیمی اور مضبوط سیاسی قوت کی فراہمی کے اس قسم کے خطرات میں چل پڑنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک بڑا قیمتی سرمایہ (جانِ عزیز) مفت میں کسی قیمت کے بغیر ضائع ہو جاتی ہے۔

قربانی بڑی ہو تو قیمت بھی زیادہ سے زیادہ حاصل کرنا چاہئے :

اتنی بڑی قربانی دینا اپنی جگہ محمود ہے، مگر اس کی زیادہ سے زیادہ قیمت حاصل کر کے مرنا اور زیادہ پسندیدہ اور شرعاً مطلوب ہے۔

بہرحال ابراہیم الصائغ کو امام ابوحنیفہؒ نے وقت کے تقاضوں اور شریعت کے مزاج سے آگاہی کی بہت فہمائش کی، مگر ان کا ایمانی جوش، ادائے فرض، عزیمت اور شہادت کی خلعتوں کو تاڑ چکا تھا۔ ایمانی جوش اور اشتیاقِ شہادت کا جذبہ انہیں عقل وخرد اور تدبیر کی رہنمائی سے معذور کر چکا تھا، ادھر باطل کے مقابلہ میں فرض کے احساس کی جو آگ ابراہیم کے دل میں لگی ہوئی تھی وہی آگ ابوحنیفہؒ کے اندر کو بھی جلا رہی تھی۔ حکومت سے بیزاری اور ممکنہ حد تک اس سے مقابلہ کی کوشش گویا دونوں کا سیاسی مذاق ایک ہی تھا۔ اختلاف دونوں میں جو کچھ تھا، وہ صرف طریقِ کار میں تھا۔

ابوحنیفہ جلتی آگ میں کودنے کے بجائے انتظار کو ترجیح دے رہے تھے۔

(الجصاص ص ۳۳ ج ۱)

مقصد یہ تھا کہ باضابطہ اجتماعی تنظیم کی صورت میں اگر مقابلہ کا موقعہ مل گیا تو فبہاء ورنہ انتظار کی گھڑیوں میں وضعِ قوانین اور رجالِ کار کی تیاری کی صورت میں حق کو آگے بڑھانے اور باطل کو پیچھے ہٹانے کے امکانات سے نفع اُٹھانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اور الحمدللہ کہ اپنے اس ارادہ میں ابوحنیفہؒ کامیاب ہوئے اور ایسی دونوں صورتیں فیاضِ ازل نے مہیا بھی کر دیں۔

ابراہیم الصائغ، ابومسلم خراسانی کے دربار میں:

گو بات طویل ہو جائے گی، مگر موضوع بحث سے کسی طرح بھی خارج نہیں۔ وہ یہ کہ ابراہیم الصائغ جو امام ابوحنیفہؒ کی ہزار فہمائش پر بھی باز نہ آئے اور اپنی قیمتی جان کی دنیا میں نفع المسلمین کی صورت میں بہترین قیمت وصول کرنے کے بجائے آخرت کی خلعتِ شہادت کو بہرصورت ترجیح دی۔ کوفہ سے مرو واپس ہو کر ابومسلم خراسانی کے دربار میں پہنچ گئے۔

ایک دو بار تو ابو مسلم ان کے ایمان و یقین کے نشہ کی مستی، احساسِ فرض و جذبہ حق گوئی، دین و تقویٰ کی شہرت اور سارے علاقہ خراسان میں نیک نامی کے پیش نظر چشم پوشی کر گئے۔ تاہم جب ابراہیم الصائغ کسی صورت بھی نہ ٹل سکے اور بتدریج **کلمہ بکلامِ غلیظ**۔ یعنی ابراہیم نے تیز و تند لہجہ میں ابو مسلم کو خطاب کرنا شروع کر دیا۔

تب ابو مسلم نے ان کی گرفتاری کا حکم دیا، مگر خراسان کے مشائخ و علماء کے اصرار پر صرف ڈانٹ ڈپٹ کر کے ان کو رہا کر دیا۔

شہادت سے پہلے ابراہیم کا اپنی آخری تمنا کا اظہار :

مگر ابراہیم کب باز آنے والے تھے، جب باز نہ آئے تب ابو مسلم نے ان کے قتل کے جواز کے لئے قانونی حیلہ جوئی کر کے گرفتاری کا حکم دے کر آخری مرتبہ اپنے دربار میں حاضر کرنے کا حکم دیا۔ حاضر کر دیئے گئے، اس موقع پر ابراہیم الصائغ نے جو آخری تقریر ابو مسلم سے کہی یہ تھی :

ولاجا ھد نک بلسانی لیس لی قوۃ بیدی و لکن یرانی اللہ و بغضک فیہ۔ (الجصاص)

میں قطعاً تجھ سے اپنی زبان سے جہاد کروں گا۔ میرے ہاتھ میں (ہاتھ سے فیصلہ کا) اقتدار نہیں ہے مگر میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ میرا مالک مجھے اس حال میں دیکھے کہ محض اللہ کی وجہ سے میں تجھ سے بغض رکھتا ہوں (صرف اسی کا ثبوت پیش کرنا مقصود ہے)

اسی طرح ابراہیم نے گویا موت جیسے لاینحل عقدے کا حل نکال لیا کہ خدا کے دشمن کی تلوار ان کو خدا کے پاس پہنچا دے اور وہ اپنے مالکِ حقیقی کے قدموں پر اپنی جان نثار کر دیں۔

ابن سعد نے لکھا ہے کہ آخری دفعہ جب ابراہیم کو یقین ہو گیا کہ اب ابومسلم مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اپنے بدن پر خوشبو لگائی، کفن کا کپڑا اوڑھ لیا اور بھرے دربار میں ابومسلم کو خطاب کیا:

فوعظه، و كلمه بكلام شديد فامر به فقتل و طرح فى البئر۔

(ابن سعد ص ۱۰۳)

ابراہیم نے ابومسلم کو خطاب کر کے نصیحت اور وعظ کہنا شروع کر دیا، سخت الفاظ کہنا شروع کر دئے اس پر ابومسلم نے حکم دیا بے چارے (ابراہیم) قتل کر دئے گئے اور کسی کنوئیں میں ان کی لاش پھینکوا دی گئی۔ (رضی اللہ عنہ)

آخر جو دُھن تھی اور جو عزم تھا وہ پورا کیا۔ جب ابراہیم کا تذکرہ امام ابوحنیفہؒ کی مجلس میں آتا تو عبداللہ بن مبارک راوی ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ رونے لگتے۔ حتی ظننا انه یموت۔ ہم لوگ خیال کرنے لگتے کہ امام ابوحنیفہؒ مر جائیں گے۔

ابوحنیفہؒ نے جان دیکر عظیم قیمت وصول کی:

بہر حال گو بات لمبی ہو گئی مگر دکھانا یہ ہے کہ منزل دونوں کی ایک تھی۔ اختلاف صرف راہ میں تھا، ابراہیم ابتلاء کی جس راہ سے پہنچے بالآخر ابوحنیفہؒ بھی اپنے آپ کو اسی منزل تک پہنچا کر رہے، لیکن امام صاحب نے افادے اور استفادے اور نفع المسلمین کی عظیم قیمت وصول کی۔ انتظار کی ممکنہ ساعات میں حق کو آگے بڑھایا باطل کو پیچھے دھکیلا اور ابوحنیفہؒ نے اپنی قیمتی جان دے کر جو عظیم قیمت وصول کی، اس کی تفصیلات وضعِ قوانین، تدوینِ فقہ اشاعتِ علم، رجالِ کار کی فراہمی، تربیت، فقہی اُصول، قواعد وکلیات، ہزاروں فروعات، اجتہاد واستنباطِ مسائل، اسلامی سیاست کے نشانِ راہ اسلامی ریاست کا قیام اور اس کے نظام کے خدوخال یعنی فقہ حنفیہ کو ملک کی دستوری وآئینی حیثیت دلانا اور اس کا مکمل نفاذ کسی

حد تک ہماری اس تالیف میں تفصیل سے آ گئے ہیں ۔ یہی وہ چیز ہے جسے ہم نے امام ابوحنیفہؒ کا سیاسی مسلک قرار دیا ہے۔

ابوحنیفہؒ کے کردار کے پس منظر میں قدرت کے تکوینی اسرار :

اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کے پس منظر میں قدرت کے کچھ تکوینی اسرار پوشیدہ تھے ۔ یہ سب کچھ صرف کیا نہیں جا رہا تھا بلکہ کرایا جا رہا تھا :

ع یہ قدم اُٹھتے نہیں اُٹھوائے جاتے ہیں

قدرت کو امام ابوحنیفہؒ سے تدوین قانون اور خدمتِ اسلام کا عظیم کام لینا تھا، بقولِ یزید بن ہارون، فقہ امام ابوحنیفہؒ ۔ کا خاص ہنر تھا۔

فھو صناعۃ و صناعۃ اصحابہ کانھم خلقوا لھا ۔ (موفق ج ۲ ص ۶۵)

یہ تو ان کا اور ان کے شاگردوں کا خاص ہنر اور فن ہے، گویا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسی کام کے لئے یہ لوگ پیدا کئے گئے ۔

اندرونِ خانہ پر خلوص جدوجہد کے کامیاب نتائج :

اور واقعہ یہ ہے کہ صرف فقہ حنفی ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کے پاس فقہ کا آج جو کچھ سرمایہ ہے، وہ شافعیؒ فقہ ہو یا حنبلی، بلکہ مالکی فقہ تک کسی نہ کسی حیثیت سے سب کی بالآخر امام ابوحنیفہؒ ہی کی ان دیدہ ریزیوں سے آبیاری ہوئی ہے، جن کا موقعہ قدرت نے بصورت انتظار ان کو عطا فرمایا تھا۔

انتظار اور وقفہ کی یہ مدت ۱۴۵ھ تک تیرہ' چودہ (۱۳، ۱۴) سال کا بہترین موقعہ تھا جو آپ نے اقامتِ حق اور ازالۂ باطل کے لئے خاموش، حکیمانہ مگر بڑی منصوبہ بندی سے اندرونِ خانہ کامیاب جدوجہد جاری رکھی۔

ابوحنیفہؒ کا سیاسی نصب العین :

اور ابوحنیفہؒ نے اپنا نصب العین یہ متعین کرلیا تھا کہ حکومت کو قضاءِ فصل خصومات کے سلسلہ میں اس کے نقائص کی اصلاح کی طرف متوجہ کرلیا جائے اور جب وہ متوجہ ہو تو اپنی پوری زندگی اور زندگی کے سارے وسائل کو کھپا کر جو صحیح چیز وہ تیار کر رہے ہیں، اس کو قبول کرنے پر قدرتاً حکومت مجبور ہو جائے۔

نصب العین میں کامیابی :

بالآخر امام اعظم ابوحنیفہؒ کی جس ہدف پر نظر تھی، تیر نشانے پر ٹھیک لگا۔ فقہاء، ائمہ مجتہدین، قضاۃ اور مفتیوں کی ایک جماعت تیار کرلی۔ موفق نے لکھا ہے :

بالآخر امام ابوحنیفہؒ کی بات نے استواری حاصل کی اور امراء امام ابوحنیفہؒ کے محتاج ہوگئے اور خلفاء کے درباروں میں ان کا ذکر ہونے لگا۔ (موفق ج۲ ص۷۱)

حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی رقمطراز ہیں :

امراء ابوحنیفہؒ کے محتاج ہوگئے اور خلفاء کے درباروں میں ان کا ذکر ہونے لگا۔ یہی چیز دیکھنے کی اور غور کرنے کی ہے۔ امراء سے الگ رہنا، حکومت اور حکومت سے مستغنی رہ کر سارے ذرائع سے قطعی طور پر بے نیاز ہو کر زندگی گذارنا، موج خون سر سے گذرتے ہوئے دیکھنا، لیکن آستانِ یار سے نہ اُٹھنے پر اصرار جاری رکھنا اور اپنے آخری سانس تک جاری رکھنا، یہ واقعہ ہے کہ اس حد تک امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ اکابر اسلام کا ایک بڑا گر.. شریک تھا۔

اسلاف میں ابوحنیفہؒ کا امتیازی مقام :

لیکن یہ بات کہ امراء سے دور رہنا، اور پھر ان ہی امراء کو اپنا محتاج بنانے کی

کوششوں کو بھی جاری رکھنا، خود اپنی مجلس کو خلفاء اور سلاطین کے ذکر سے پاک رکھنا، لیکن ان مجلسوں تک زبردستی اپنے ذکر کو بزور پہنچانا اور صرف ذکر ہی نہیں بلکہ امام صاحب نے اپنی حکیمانہ تدبیروں سے ایسی صورتِ حال پیدا کردی کہ بالآخر بقولِ یحییٰ بن آدم کہ :

> ''خلفاء اور ائمہ (یعنی مسلمانوں کے سیاسی حکمرانوں کا طبقہ) اور حکام ابوحنیفہؒ کے مدونہ قوانین سے فیصلہ کرنے لگے اور بالآخر اسی پر سلسلہ ختم ہوا''۔ (الموفق ج ۲ ص ۴۱)

ذاؤد طائی فرماتے ہیں :

بالآخر لوگوں کا رُخ امام ابوحنیفہؒ کی طرف پھر گیا۔ بڑے بڑے امراء اور حکام آپ کی عزت کرنے لگے، مشکلات کے حل میں امام نے ہمیشہ اپنے آپ کو آگے رکھا، لوگ آپ کے مداح بن گئے۔ ایسا کام کرکے امام نے لوگوں کے سامنے پیش کیا جو دوسروں سے نہ بن آیا۔ (ایضاً ص ۲)

نظامِ حکومت میں ابوحنیفہؒ کے اشتراکِ عمل کا مطالبہ :

غرض امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اپنے علمی اور عملی تدبیروں سے ماحول ہی ایسا پیدا کر دیا تھا کہ حکومت میں امام صاحبؒ کے اشتراک کا مطالبہ اس زمانے کا ایک عام مطالبہ بن چکا تھا۔

چنانچہ عباسی حکومت کے فرمانروا ابوجعفر منصور نے جب مدینۃ الاسلام بغداد کی تعمیر کا کام شروع کیا تو شہر کی تعمیر کا نظم اور اینٹ کی ڈھلائی ان کا گننا، کام کرنے والوں کے کام کی نگرانی یہ سارے کام ابوحنیفہؒ کے سپرد ہوئے۔ جب ان اینٹوں کی تعداد کروڑ ہا کروڑ سے متجاوز ہوگئی اور ان کا گننا دشوار ہوگیا، تو مورخین کا بیان ہے کہ :

امام صاحبؒ نے ایک بانس منگوایا اور جس نے جتنی اینٹیں ڈھالی تھیں، ان کو اسی بانس سے ناپ لیتے تھے۔ کان ابو حنیفہ اول من عدل اللبن بالقصب ۔اینٹوں کو بانس سے گننے کا طریقہ سب سے پہلے امام ابوحنیفہؒ نے اختیار کیا۔

(طبری کی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل عباسی خلیفہ منصور نے امام ابوحنیفہؒ سے حکومت کا عہدۂ قضا قبول کرنا چاہا تھا، مگر جب انکار دیکھا تو خشت شماری اور مزدوروں کی نگرانی ان کے سپرد کر دی۔ کہتے ہیں کہ امام کے انکار پر منصور قسم کھا بیٹھا تھا کہ ضرور تم کو مقرر کر کے رہوں گا، جب امام کسی طرح راضی نہ ہوئے تو قسم پوری کرنے کے لئے یہ کام امام صاحبؒ کے حوالے کر دیا: انما فعل المنصور ذالک لیخرج عن یمینہ ۔ یہ کام منصور نے اس لئے کیا تھا کہ اپنی قسم سے وہ باہر ہونا چاہتا تھا۔ یعنی جو قسم کھائی تھی، اسے اس تدبیر سے پورا کرنا چاہتا تھا)

مسلمانوں کی آئینی زندگی کے لئے ابوحنیفہؒ کی کوشش :

اس کے بعد جب بھی امام ابوحنیفہؒ کو ابوجعفر منصور سے ملاقاتوں کے مواقع ملتے رہے تو امام صاحبؒ کی کوشش یہی رہی کہ مسلمانوں کی آئینی زندگی کے لئے حکومت قوانین کے اس مجموعہ کو کسی طرح قبول کر لے جو انہوں نے برسہا برس کی عرق ریزی سے تیار کیا تھا۔

اسی دوران یہ بھی ہوا کہ دنیا اپنی پوری رعنائیوں اور کشائشوں کے ساتھ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے پاؤں پڑی۔ ابوجعفر منصور نے مختلف صورتوں میں عطایا، ہدایا، تحائف پیش کئے تاکہ ابوحنیفہؒ کو اپنے کام کا بنالیں، مگر امام اس کے گراں قدر ہدایا کو ٹھکرا کر بھی مدارات کی روش اختیار کر کے منصور سے اپنا کام نکالنا چاہتے تھے صید تو تھے ہی مگر صیاد رہنا چاہتے تھے۔

منصور کے دربار میں ابوحنیفہؒ کی پہلی تقریر :

ان دنوں ابوجعفر منصور نے امامِ مالک، ابن ابی ذئب اور امام ابوحنیفہؒ تینوں حضرات کو اپنے دربار میں بلوا کر یہ دریافت کیا کہ :

''سچ سچ بتایئے کہ مسلمانوں کی حکومت کی باگ ڈور جو قدرت نے ہمارے سپرد کی ہے کیا واقعی ہم اس کے اہل ہیں یا نہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے جو طویل جوابی تقریر کی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ :

''کسی بھی حیثیت سے تمہاری حکومت شرعی اور آئینی نہیں ہے، جب تم نے حکومت سنبھالی تو اس وقت اربابِ فتویٰ دو آدمی بھی تمہاری خلافت پر متفق نہیں تھے''۔

ابوجعفر کا منصوبہ تلوار یا مزید انتظار :

ابوجعفر منصور ہوشیار، مصلحت اندیش اور بڑا سیاس تھا۔ اسے اپنی یزیدیت کی موت کی تصویر قتلِ حسین کے آئینے میں صاف نظر آ رہی تھی۔ اس لئے کسی قسم کا نوٹس لئے بغیر امام اعظم ابوحنیفہؒ اور ان کے رفقاء کو بغیر کسی تعرض کے گھر جانے کی اجازت دیدی۔

تاہم امام صاحبؒ کی اس قدر صاف گوئی نے منصور کے تمام شکوک و شبہات کو جو امام صاحبؒ سے متعلق وہ رکھتا تھا، یقین سے بدل دیا، لیکن اسے کیا کرنا چاہئے کیا'' آخر الحیل السیف '' یعنی تلوار سے آخری فیصلہ امام کا کر دیا جائے یا بجائے زہر کے ابھی گڑ کھلانے کے تجربے کو کچھ دن اور جاری رکھا جائے۔ شاید ان ہی خیالات میں غلطاں پیچاں تھا کہ اسے جب وہ تعمیر بغداد کے سلسلہ میں لگائے ہوئے کیمپ میں قیام پذیر تھا، اطلاع پہنچی

...بن عبداللہ نفسِ زکیہ کا خروج :

محمد بن عبداللہ (حسنی سادات میں سب سے سربرآوردہ ہستی حضرت عبداللہ بن حسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب کے صاحبزادے تھے اور اس واقعہ خروج کا ظہور ۱۴۴ھ اور ۱۴۵ھ کے درمیان ہوا ہے) (محمد بن عبداللہ نفسِ زکیہ) نے مدینہ میں حکومت کے خلاف بغاوت اور مقابلے کا فیصلہ کرلیا ہے۔

ادھر امام اعظم ابوحنیفہؒ جس باضابطہ اجتماعی اور منظّم تحریک کے منتظر تھے اور اس سے قبل کے زمانہ میں حق کے بڑھانے کے امکانات سے ممکنہ حد تک فائدہ اُٹھانے کی کوشش میں مصروف رہے۔ (کامل ص ۱۰۸)

ایک وسیع اور ہمہ گیر تحریک :

محمد بن عبداللہ نفسِ زکیہ کی تحریک، ایک وسیع، ہمہ گیر اور انقلابی تحریک تھی۔ پوری اسلامی سلطنت میں ایک ہی روز میں حکومت کا تختہ اُلٹنے کے سارے انتظامات مکمل ہو چکے تھے۔ خود مدینہ منورہ میں کوئی ایسا شخص نہیں رہ گیا تھا، جس نے نفسِ زکیہ کی حامی نہ بھری ہو۔ (کامل ج۲ ص ۱۹۷)

ادھر تحریک کے رہنما محمد نفس زکیہ اور ان کے بھائی ابراہیم جو نفسِ رضیہ کے نام سے مشہور تھے۔ دونوں اس لحاظ سے پورے اتر رہے تھے کہ اجتماعی تحریک کی باگ ان کے ہاتھ میں ہو۔

ابراہیم کی حمایت اور حکومت سے مقابلہ کا علانیہ اقدام :

ادھر عہدِ انتظار میں امام ابوحنیفہؒ نے جس عظیم کام کو شروع کیا تھا خدا نے وہ کام بھی ان سے مکمل کرالیا۔

چنانچہ کوفہ میں ابراہیم نفس رضیہ نے جب کام شروع کیا تو ابوحنیفہ حکومت سے

انتظام اور دار و گیر سے قطعاً لا پروا ہو کر علی الاعلان ان کی حمایت میں کھڑے ہو گئے لیا
رقمطراز ہیں :

کان ابو حنیفه یجاهر فی امره و یامر بالخروج معه۔

(السعی الشافعی ج ا ص ۳۰۰)

ابراہیم کی رفاقت پر امام ابو حنیفہؒ لوگوں کو علانیہ اُبھارتے اور حکم دیتے کہ ان کے ساتھ ہو کر حکومت کا مقابلہ کرو۔

اور جب منصور عباسی بغاوت کو کچلنے کے لئے بغداد سے کوفہ وارد ہوا اور اس کے کارندے اپنے مخالفین کو چُن چُن کر نیزوں پر چڑھاتے اور تلواروں کی پیاس بجھاتے تھے ادھر محدثین کے ایک گروہ اور طبقہ حشویہ نے یہ فتویٰ دے دیا تھا کہ :

حکومت کے مقابلہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی جرأت ثواب نہیں بلکہ فتنہ و فساد ہے۔

خلیفہ منصور کوفہ آ کر فروکش ہو گیا۔ عباسی حکومت کے سرکاری کارندے چالاک عقاب بن کر ہر اس شخص کو اُچک لینے کے لئے منڈلا رہے تھے، جس کے متعلق ہلکا سا شبہ بھی مخالفت کا پیدا ہو جاتا تھا، مگر امام ابو حنیفہؒ سب کچھ سے بے نیاز ہو کر میدان میں کود آئے تھے اور یہ فتویٰ جاری فرمایا تھا۔

ابو حنیفہؒ کا فتویٰ جہاد :

''کہ اس جنگ میں شرکت پچاس حج سے زیادہ افضل ہے''۔ (موفق ج ص ۸۳)

امام صاحبؒ کے براہِ راست شاگرد زفر بن ہذیل کی یہ شہادت ہے :

کان ابو حنیفه یجهر بالکلام ایام ابراهیم جهارا شدیدا۔

(ایضاً ص ۱۷۱)

ابراہیم کے زمانے میں امام ابو حنیفہؒ علانیہ بلند آواز سے گفتگو کرنے لگے اور زیادہ

بلند آواز سے (لوگوں کو حکومت سے بغاوت پر اُبھارنے لگے)۔

اس راہ میں امام ابوحنیفہؒ کا جوش وخروش شدت کے انتہائی نقطہ تک پہنچ گیا تھا۔ امام صاحبؒ کا ہر شاگرد مجلسِ وضع قوانین کے ارکان اور حلقۂ درس کے تمام تلامذہ، آپ کے اہل وعیال غرض سب کی زندگی خطرے میں آ گئی تھی۔

ابوحنیفہ فوجی بساط پلٹنے میں کامیاب ہوئے:

تقدیری واقعات کا کوئی علاج نہیں، ورنہ تدبیر کی حد تک کسی حکومت قائمہ کو بٹھا دینے کی آخری تجویز یہی ہوسکتی ہے کہ فوجی انقلاب پیدا کر دیا جائے۔ اس حد تک جو یقیناً سب سے بڑی کامیابی ہے، امام ابوحنیفہؒ نے عباسی فوجی بساط کا سب سے بڑا اہم مہرہ زبردست موروثی نمک خوار اور وفادار جرنیل حسن بن قحطبہ کو اپنے ساتھ ساتھ شریک کر لیا، جس کے باپ قحطبہ نے عباسی حکومت کی دماغی قوت (ابومسلم خراسانی) کے ساتھ دست و بازو کا کام دیا تھا۔ قحطبہ کی وفات کے بعد عباسی فوج کی کمان ان کے بیٹے حسن کے ہاتھ میں آئی وہی ان کا سب سے بڑا جرنیل تھا۔

ابوحنیفہؒ کی نظریں اس کو تاڑ گئیں۔ ایک سال کی مسلسل محنت سے جنرل حسن بدل گیا اور جب جنرل حسن کی تحقیقات کے سلسلہ میں ابوجعفر منصور نے دریافت کیا:

"کون ہے جو حسن کو ہم سے بگاڑ رہا ہے؟"

تو رپورٹروں نے یہ رپورٹ پیش کی: انه يدخل علی ابی حنیفة (موفق ج ۲ ص ۱۸۴) اس کی آمد ورفت ابوحنیفہؒ کے پاس ہے۔

تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد نفس زکیہ اور ان کے بھائی ابراہیم نفس رضیہ کی تحریک جب مدینہ منورہ، بصرہ اور کوفہ میں اندر ہی اندر کام کر رہی تھی۔ ابوحنیفہ عباسی فوج کے روحِ رواں کو توڑ لینے کی کوششوں میں مصروف تھے اور اسے ابوحنیفہ کی کرامت کہنا

جائے یا امام صاحبؒ کا بے نظیر سیاسی تدبر کہ جو شخص محمد ابراہیم کے خروج سے پہلے اور قحطبہ کی وفات کے بعد تقریباً عباسیوں کی ہر فوجی مہم میں پیش پیش رہا، جس کے باپ کے دست وبازو نے عباسی حکومت قائم کی تھی۔ ٹھیک خروج کے وقت اس کا بیٹا و جانشین ساری عزت و جاہ اور دولت و ثروت سے کٹ کر ابوحنیفہؒ کے دستِ حق پر توبہ کرتا ہے اور خود کو آزمائش کی گھڑیوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔

ابوحنیفہؒ کی سیاسی تدبیر اور ابوجعفر منصور کی بدحالی :

ابوحنیفہؒ کی اس سیاسی تدبیر سے ابوجعفر منصور باوجود سیاسی مدبّر، دلیر اور بہادر ہونے کے بوکھلایا، پریشان ہوا اور اس حد تک مایوس ہوا کہ کوفہ کے ہر دروازے پر تیز رو سواریاں بندھوا دی تھیں کہ وقت آنے پر جس طرف بھی بھاگنے کا موقعہ ملے بھاگ جاؤنگا۔

یہ سب کچھ ہو رہا تھا، مگر اس کے باوجود حکومت امام ابوحنیفہؒ پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ کرسکی کہ اللہ نے سارے عراق بلکہ سارے مشرق کا ان کو امام اور پیشوا بنا دیا تھا۔

ابوجعفر منصور اضطراب و سراسیمگی کے جس حال میں اس وقت مبتلا تھا، بھڑ کے چھتے میں ہاتھ دے دیتا، اگر ایسے نازک وقت میں امام ابوحنیفہؒ پر ہاتھ ڈالتا اور ''بجائے یک نہ شد دو شد'' کی مصیبت میں گرفتار ہو جاتا۔

بہر حال تقدیر، تدبیر پر غالب آئی اور تحریک کچل دی گئی۔ حضرت محمد نفس زکیہ اور ابراہیم نفس رضیہ شہید کر دیئے گئے اور فتنہ فرو ہو گیا، تب بھی امام ابوحنیفہؒ کی گرفتاری کی طرف فوراً منصور متوجہ نہ ہوا، اس میں بھی رائے عامہ کے دباؤ اور ابوحنیفہؒ کی علمی و دینی، فقہی اور سیاسی عظمت کو دخل تھا۔

گذشتہ صفحات میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ حسینی سادات کی مساعی کا خاتمہ محمد اور

ابراہیم کی شہادتوں پر ہو گیا۔

ابو جعفر منصور کی انتقامی کاروائی :

ابو جعفر منصورؒ کو فراغِ قلب اور دلجمعی حاصل ہوئی، پھر تعمیرِ بغداد کی طرف متوجہ ہوا اور اب چُن چُن کر حیلے بہانوں سے بغاوت کی تحریک میں حصہ لینے والوں سے انتقام لینا شروع کیا۔ مخالفین کے مکانات ڈھانے اور نخلستان کاٹ دینے کے احکام جاری کئے۔

امامِ دارالہجرۃ امام مالکؒ نے محمد نفس زکیہ کے خروج کے وقت فتویٰ دیا تھا کہ ابو جعفر منصور نے بیعت جبراً زبردستی لی ہے۔ اس لئے طلاق واقع نہ ہوگی۔ ابو جعفر منصور کے حکم سے جعفر بن سلیمان عباسی والیٔ مدینہ نے امام مالکؒ کو تیس (۳۰) اور بعض روایات میں سو کا ذکر ملتا ہے کوڑے لگوائے۔ بری طرح پٹوایا اور مونڈھے اتروادے۔

امامِ مالک ناقابلِ برداشت سزا سے بے ہوش ہو جاتے تو دُعا کرتے :

اللھم اغفر لھم فانھم لایعلمون۔ (دیباج المذہب ص ۲۸)

پروردگار ان کو معاف کر دیجئے کہ یہ جانتے نہیں۔

امام مالکؒ نے ابو حنیفہؒ سے انتقام کی منصوری تدبیر ناکام بنادی :

اسی زمانے میں ابو جعفر منصور حج کے سلسلۂ سفر میں جب مدینہ منورہ پہنچتا ہے تو امام مالکؒ سے علی الاعلان معافی کا خواستگار ہوتا ہے اور مختلف طریقوں سے امام مالکؒ سے تعلقات بڑھاتا اور ان کی دلجوئیاں کرتا ہے۔ ادھر دل و دماغ پر چونکہ ابو حنیفہؒ کی فقہی مہارت، مجلس وضع قوانین کی جامع دستوری کاروائیاں اور عظمتیں مسلّط تھیں۔ اس لئے منصور یہ چاہتا تھا کہ امام مالکؒ کے اجتہادی مسائل ونتائج کو فقہ حنفی کی طرح کسی باضابطہ قانون کی شکل میں مرتب کر کے حکومت کا قانون قرار دیا جائے۔ گویا ابو حنیفہؒ اور ان کے

تلامذہ یا علماء عراق کے لئے ان کے مقابلہ میں ابوجعفر جس مخالفانہ محاذ کو قائم کرنے کی تدبیریں کر رہا تھا، امام مالکؒ کی بے نفسی، ظرف کی وسعت، فطرت کی بلندی اور حقیقت پسندی نے منصور کے جواب میں اس کے چلائے ہوئے تیر کو بے ٹھکانہ کر دیا۔ امام مالکؒ نے منصور سے کہا :

عالیجاہ ! جس جس علاقے کے باشندوں نے جو باتیں (احادیث روایات اور اقوالِ علماء سن کر) اختیار کر لی ہیں، ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے۔ (میزان الکبری شعرانی)

اس طرح امام ابوحنیفہؒ اور ان کی علمی خدمات کے اثرات جو عباسی حکومت کے مرکز عراق اور دوسرے مشرقی ممالک میں قائم ہو سکتے تھے کے مقابلہ میں امام مالکؒ کو لا کھڑا کرنے کی حکومتی تدبیر بری طرح ناکام ہوگئی۔

ابوحنیفہؒ کو رام کرنے کی آخری ناکام کوشش :

۱۴۶ھ سے ۱۴۸ھ تک دو سال کے عرصہ میں امام مالک کے جواب سے مایوسی اور رائے عامہ کے دباؤ سے حکمتِ عملی کے تحت خلاصی کی راہ اختیار کر کے ابوجعفر نے مختلف حیلوں اور تدبیر سے امام ابوحنیفہؒ کے متعلق اپنے آخری فیصلے تک پہنچنے کی تدبیریں شروع کر دیں۔ ۱۴۸ھ سے ۱۵۰ھ تک جو تعمیر بغداد کی تکمیل اور ابوحنیفہؒ کی وفات کا سن ہے تقریباً دو ڈھائی سال کے عرصہ میں منصور نے پھر سے ابوحنیفہؒ سے نیا تعلق قائم کیا اور امام صاحبؒ کو کوفہ سے بغداد بلا بلا کر عہدۂ قضا قبول کرنے پر مجبور کرتا رہا۔ اولاً مقامی قضا کا عہدہ پیش کیا۔ جب انکار دیکھا تو چند صوبوں کی قضا پیش کی، جب یہ بھی نہ چلی تو آخر میں تمام ممالک محروسہ کے لئے ابوجعفر منصور، قاضی القضاۃ کا عہدہ قبول کرنے کی خاطر ابوحنیفہؒ کی سماجت کرتے رہے کہ قضا کے اختیارات بھی ابوحنیفہؒ کے پاس رہیں۔

قاضی القضاۃ کا تصور سب سے پہلے ابوحنیفہؒ نے پیش کیا :

اور سارے اسلامی صوبوں میں قاضی بھی ابوحنیفہؒ کے ہاتھ سے نکلے۔ کہا جاتا ہے کہ قاضی القضاۃ کے عہدے کی طرف سب سے پہلے ہارون الرشید کا ذہن منتقل ہوا اور اس نے قاضی ابویوسفؒ کا اس عہدے پر تقرر کیا، لیکن تاریخ پر گہری نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ اس کے لئے سب سے پہلے ابوحنیفہؒ ہی نے زمین ہموار کی تھی۔ ابوجعفر منصور مجبور ہو گیا تھا اور ابوحنیفہؒ کی خدمت میں قاضی القضاۃ کے عہدے کو قبول کرنے کی پیش کش کر دی تھی، اگر ابوحنیفہ، ابوجعفر منصور کی درخواست قبول کر لیتے تو بالفعل ابویوسفؒ نہیں بلکہ اسلام کے سب سے پہلے قاضی القضاۃ ابوحنیفہؒ ہی قرار پاتے۔

ابویوسفؒ کا قاضی القضاۃ بننا، یہ کوئی اتفاقی واقعہ نہ تھا بلکہ یہ ابوحنیفہؒ کے ایامِ انتظار کی محنت اور ایک خاص حکمتِ عملی اور لائحہ عمل تھا۔ جسے ابوحنیفہؒ نے مسلمانوں کے متعلق تیار کیا تھا۔ جس کے مطابق واقعہ کا ظہور ہوا اور ہوتا رہا۔ قاضی ابویوسفؒ ابوحنیفہؒ کی اس دور اندیشی کو یاد کر کے کبھی کبھی کہہ اُٹھتے :

ابوحنیفہؒ کتنے بابرکت آدمی تھے کہ دنیا اور آخرت کی دونوں راہیں ہم پر ان ہی کی کھولی ہوئی ہیں۔ (موفق ج ۲ ص ۳)

وزارتِ عدل کے منصبِ جلیل کی پیشکش

اور ابوحنیفہؒ کی زندگی کا آخری امتحان :

الغرض امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اسلامی عدالت کی تنظیم اور نظامِ عدالت کی توحید کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دی تھی اور دل و جان سے یہ چاہتے تھے کہ حکومت اسے باضابطہ طور اپنا دستورِ مملکت بنا لے اور جب ابوجعفر نے امام صاحب کو اپنے دام میں لانے کے لئے

ان کے اس آخری مرغوب دانے کو بھی ان کے سامنے رکھ دیا اور عہدۂ قاضی القضاۃ اور وزارتِ عدل کی گرانقدر پیشکش کر دی۔ بظاہر عقل کا تقاضا یہ تھا کہ امام صاحبؒ اسے نعمت اور خدائی فضل سمجھتے ہوئے قبول کر لیتے۔

مگر ان کی بصیرت اور دور اندیشی نے اسے بھی اپنے لئے زندگی کا آخری امتحان قرار دیا۔ امام صاحب سمجھ رہے تھے کہ ابوجعفر کا اصل مقصد ابوحنیفہؒ کو اپنے قابو میں لانا ہے جس کے دو راستے ہیں یا تو انہیں حکومت میں شریک کر لیا جائے یا انہیں ختم کر دیا جائے۔ منصور طے کر چکا تھا کہ اس خطرناک کانٹے کو اپنی حکومت کی راہ سے بہرحال نکال کر رہوں گا۔

امام صاحب کے سامنے بھی صرف دو ہی راستے رہ گئے تھے :

۱) یا تو ابوجعفر منصور کے پیش کیے ہوئے اس آخری لقمہ کو نگل کر خود بچ جائیں، لیکن اپنی زندگی کی ساری کمائی کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیں۔

۲) یا ابوجعفر کی بدگمانیوں کو یقین کے درجے تک پہنچا کر اپنے مشن اور نصب العین کو بقا و دوام بخشنے کے لئے خود اپنی ذات کے ختم ہو جانے کے خطرے کو برداشت کرنے کے لئے آمادہ ہو جائیں۔

کوفہ میں ابوحنیفہؒ کی آخری تقریر اور تلامذہ کو خصوصی ہدایات :

دوسری صورت امام ابوحنیفہؒ کے سامنے کامیابی کا واحد راستہ بن کر سامنے آ گئی تھی اسی آئینہ میں فقہ اسلامی کا شاندار مستقبل انہیں صاف نظر آ رہا تھا۔

چنانچہ کوفہ کی جامع مسجد میں اپنے ایک ہزار تلامذہ کے عظیم مجمع کو خصوصی ہدایات دیں اور خطاب فرمایا : امام صاحبؒ کی اس تاریخی تقریر کے چند اقتباسات کا ترجمہ درج ذیل ہے : ارشاد فرمایا :

''میرے دل کی مسرتوں کا سارا سرمایہ صرف تم لوگوں کا وجود ہے۔
تمہاری ہستیوں میں میرے حزن اور غم کے ازالہ کی ضمانت پوشیدہ ہے۔
میں نے ایسا حال پیدا کر دیا ہے کہ لوگ تمہارے نقش پا کی جستجو کریں گے
اور اسی پر چلیں گے، تمہارے ایک ایک لفظ کو اب لوگ تلاش کریں گے،
میں نے گردنوں کو تمہارے لئے جھکا دیا اور ہموار کر دیا ہے''۔

پھر ان چالیس خاص تلامذہ کو خصوصیت کے ساتھ متوجہ کرتے ہوئے قریب بلایا
اور فرمایا :

''پس وقت آ گیا ہے کہ آپ لوگ میری مدد کریں، میں یہ کہنا چاہتا
ہوں کہ تم چالیس میں ہر ایک عہدۂ قضا کی ذمہ داریوں کو سنبھالنے کی
پوری صلاحیت اپنے اندر پیدا کر چکا ہے۔ اور دس آدمی تو تم میں ایسے
ہیں جو صرف قاضی ہی نہیں بلکہ قاضیوں کی تربیت وتہذیب کا کام بخوبی
انجام دے سکتے ہیں ...... میری یہ تمنا ہے کہ علم کو محکوم ہونے کی
ذلت سے بچاتے رہنا، قضا کا عہدہ اس وقت تک درست اور صحیح رہتا
ہے جب تک کہ قاضی کا ظاہر و باطن ایک ہو، اسے قضا کی تنخواہ حلال ہے
مسلمانوں کا بادشاہ یا امیر اگر مخلوق خدا کے ساتھ کسی غلط روّیے کو اختیار
کرے تو اس بادشاہ سے قریب ترین قاضی کا فرض ہوگا کہ اس سے
باز پرس کرے''۔ (موفق ج ۲ ص ۱۰۰)

منصور کے دربار میں ابو حنیفہؒ کی طلبی :

ایک ہزار تلامذہ کے عظیم مجمع کی اہمیت اور امام ابو حنیفہؒ کی تقریر کی خبر نے

ابوجعفر کو اس پر آمادہ کر لیا کہ اب جس طرح بن پڑے ابوحنیفہؒ کو کوفہ بلا لیا جائے۔ چنانچہ عیسیٰ بن موسیٰ کے پاس ابوجعفر کا فرمان پہنچا کہ ابوحنیفہؒ کو سوار کر کے میرے پاس فوراً روانہ کر دو۔

ابوحنیفہؒ کا استقلال اور منصور کا اشتعال :

پھر وہی قصہ پیش آیا کوفے سے بغداد پہنچائے گئے۔ خلیفہ کے دربار میں پیشی ہوئی۔ قاضی القضاۃ اور عباسی خلافت کی وزارت عدل کے منصب جلیل کی پیشکش ہوئی۔ بڑی لے دے ہوئی جب کوئی عذر قبول نہ ہوا تب ابوحنیفہؒ نے منصور سے عرض کیا :

انّی لا اصلح -(موفق ج۱ص ۲۱۵) قضا کی مجھ میں صلاحیت ہی نہیں ہے۔

ابوجعفر نے کہا : بل انت تصلح۔ بلکہ تم ضرور قضا کی صلاحیت رکھتے ہو۔

دونوں میں اسی سوال و جواب کا ردوبدل ہوتا رہا۔

ابوجعفر منصور غضب ناک ہوا، اپنے قطعی غیر مشکوک معلومات اور ذاتی تجربات پر اعتماد کرتے ہوئے ابوحنیفہؒ سے کہنے لگا :

کذبت انت تصلح -(موفق ج۲ص ۱۷۰)

جھوٹ بولتے ہو قطعاً تم قضا کی صلاحیت رکھتے ہو۔

امام ابوحنیفہؒ بھی خاموش نہ رہ سکے، بڑی استغناء اور بے پرواہی کے ساتھ خلیفہ کو مخاطب کر کے فرمایا :

''لیجئے ! آپ نے اپنے خلاف خود فیصلہ کر دیا، کیا آپ کے لئے یہ جائز ہے کہ اس شخص کو قاضی بنائیں جو آپ کے نزدیک جھوٹا اور کذاب ہے''۔

ابوحنیفہؒ کے اس جواب سے عباسیوں کا مطلق العنان فرمانرواں منصور ذہنی

شکست کی رسوائی کے پیش نظر زیادہ مشتعل ہو گیا اور خطیب نے لکھا ہے کہ قسم کھا بیٹھا کہ :

فحلّف المنصور لیفعلن۔

منصور قسم کھا بیٹھا کہ ابو حنیفہؒ کو یہ کام کرنا پڑے گا۔

مگر ابو حنیفہؒ نے بھی اسی آزادی و بیباکی کے ساتھ قسم کھائی کہ :

خدا کی قسم ! میں ہرگز یہ کام نہیں کروں گا۔

تازیانے اور جیل خانے کی سزائیں :

اگر چہ ابو حنیفہؒ کے سوانح نگاروں نے تصریح نہیں کی مگر قرائن وشواہد سے کچھ اندازہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس موقعہ پر منصور نے غصہ سے اندھے ہو کر عواقب اور نتائج کا اندازہ کئے بغیر ابو حنیفہؒ کو برا بھلا کہنے کے ساتھ ساتھ تازیانہ برداروں کو امام صاحبؒ کے مارنے کا حکم دیا۔ علامہ موفق نے عبدالعزیز بن عصام کے حوالے سے لکھا ہے :

فشتمه و دعا له بالسیاط فضربه ثلاثین سوطا۔ (موفق ص ۱۸۱)

ابو جعفر منصور ابو حنیفہؒ کو برا بھلا کہنے لگے اور کوڑا منگا کر تیس کوڑے لگائے۔

جب ابو حنیفہؒ باہر لائے گئے تو اس وقت میں نے دیکھا کہ صرف پائجامہ پہنے ہوئے ہیں، پشت پر مار کے نشانات نمایاں تھے، ایڑیوں پر خون بہہ رہا تھا۔ (ایضاً)

اس قدر تشدد اور سزا کے باوجود جب ابو حنیفہ کسی بھی عہدے اور منصب کو قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوئے تو ابو جعفر نے انہیں جیل بھیج دینے کا حکم دیا۔

و غلظ و ضیق علیه تضیقًا شدیداً ۔ (موفق ج ۲ ص ۱۷۲،۱۷۳)

ابو حنیفہؒ پر سختی کی جائے اور انہیں خوب تنگ کیا جائے۔

داؤد بن راشد کہتے ہیں : ضیقوا لا مرفی الطعام والشراب والحبس۔ (ایضاً)

کھانے پینے میں امام صاحبؒ پر تنگی کی گئی اور قید و بند میں بھی سختی کی گئی۔

و بعضهم قالوا اسقی السم ۔(موفق ج۲ص۱۷۹)

اور بعض کہتے ہیں امام صاحبؒ کو زہر پلایا گیا۔

آخری سجدۂ وصال :

امام صاحبؒ کی عمر اس وقت ستر (۷۰) کے قریب پہنچ چکی تھی۔ زندگی بھی ساری علمی زندگی تھی۔ ادھر ابوجعفر منصور نے ایک دو نہیں تیس تیس کوڑوں کی مار دلوائی تھی۔ جیل میں کھانے پینے کی تکالیف اور قید و بند کی سختیاں اور صعوبتیں اس پر مستزاد۔ صحت گر گئی ابوجعفر کے دار و گیر اور جبر و تشدد نے بوڑھی ہڈیوں میں آخر باقی کیا چھوڑا تھا جو زندگی کا ساتھ دیتا۔ موت کے آثار آنے لگے اور موت ہی کو قدرت نے ان کی نجات کا ذریعہ بنا دیا امام ابوحنیفہؒ کو جب اپنی موت کا یقین ہو گیا تو جبینِ نیاز بارگاہِ صمدیت میں جھکا دی۔ سجدے میں چلے گئے اور اسی حال میں اپنی جان، جانِ آفرین کے قدموں میں نچھاور کر دی۔ (موفق ج۲ص۱۸۵)

نمازِ جنازہ و تدفین :

یہ ہجرت کا ایک سو پچاسواں سال تھا۔ شعبان، شوال یا رجب کا مہینہ تھا۔ ابتداء میں اس خبر کو خواص تک محدود رکھا گیا۔ امام صاحبؒ کے صاحبزادے حضرت حماد بغداد پہنچ چکے تھے۔ شہر کے قاضی حسن بن عمارہ نے جب غسل دینے کے لئے امام صاحبؒ کے کپڑے اُتارے تو جسم پر کوڑوں اور مجاہدات کے جو نشانات تھے، ان کو دیکھ کر سب رو پڑے خود قاضی صاحب کا حال یہ تھا کہ نہلاتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے۔

شہر میں کسی قسم کی منادی یا اطلاع نہیں کی گئی۔ سب کچھ مخفی رکھا گیا۔ جنازہ

اُٹھانے والے چار پانچ آدمی تھے، مگر جب خراسانی دروازوں کے طاقوں سے گزر ہوا تو ایسا معلوم ہوا گویا کسی نے شہر میں بجلی دوڑا دی، پُل کے پاس کے دروازے کے پاس پہنچتے پہنچتے لوگوں کا اژدہام اور سیلاب تھا جو اُمڈ آیا۔ ابو رجاء الہروی کا بیان ہے:

لم ارباکیا اکثر من یومئذٍ۔ (موفق ج ۲ ص ۱۷۲)

اتنے آدمیوں کو روتے ہوئے میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

فقہ حنفیہ کا تعطل اور نظامِ حکومت کی تباہی:

یہ امام ہی کی عظیم و جلیل قربانیوں کے ناگزیر نتائج ہیں۔ امام احمد بن حنبل، امام ابو حنیفہؒ کی آخری زندگی کے شواہد کا تذکرہ کرتے تو بے اختیار رو دیتے اور ابو حنیفہؒ کے لئے دعائیں کرتے۔ عبداللہ بن یزید جب امام ابو حنیفہؒ کا ذکر کرتے تو کہتے حدثنا شاہ مرداں، ابو عبدالرحمٰن المقری کی ابو حنیفہؒ سے روایت کرتے وقت حدثنا شاہنشاہ کہنے کی عادت تھی۔

اسباب و علل کی روشنی میں انسانی تاریخ کے مطالعہ سے یہ بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ بعد کو جو حالات پیش آئے کہ ابو حنیفہؒ کے اقوال پر عدالتوں میں عمل ہونے لگا اور جب مامون نے اپنے چہیتے وزیر فضل ذوالریاستین کے کہنے پر اربابِ علم و دانش اور اپنے خواص کی خصوصی مجلسِ مشاورت اس لئے بلائی کہ حنفی فقہ کو عدالت سے باہر کر دیا جائے تو بحث و مباحثے کے بعد اربابِ مشاورت نے اس بات پر متفقہ فیصلہ دیا کہ:

"یہ بات نہیں چلے گی بلکہ سارا ملک آپ لوگوں (عباسی حکمرانوں) پر ٹوٹ پڑے گا اور حکومت کا نظام درہم برہم ہو جائے گا" (موفق ج ۲ ص ۱۸۵)

بالآخر حنفیت اور حنفی قضاۃ کے سامنے عباسیوں کی قاہرانہ حکومت نے سر جھکا دیا :

امام ابوحنیفہؒ کی وفات کے کل بیس سال بعد ہارون الرشید کے خلیفہ ہونے کے زمانے تک بغداد، بصرہ، کوفہ، واسطہ، مدائن، مدینہ منورہ، مصر، خوارزم، کرمان، نیشاپور سجستان، دمشق ترمذ، جرجان، بلخ، ہمدان، صنعاء، شیراز، اہواز، تستر، اصفہان سمرقند، ہرات، رم اور ممالک محروسہ عباسیہ کے تقریباً اکثر مرکزی مقامات میں حنفی قاضی محکمہ عدالت پر قابض ودخیل ہو گئے۔ جن میں بعض کا تقرر منصور نے، بعض کا مہدی نے، بعض کا ہادی نے کیا تھا اور ہارون کے عہد تک ابوحنیفہؒ کی انقلابی سیاست کے دورس نتائج وثمرات کے ترتب کی تو انتہاء ہوگئی۔ حنفی قضاۃ اور حنفیت کے سامنے عباسیوں کی جبار حکومت سر جھکانے پر مجبور ہوگئی۔

قاضی ابو یوسف جیسا آدمی پیش کرو :

ابوجعفر سے لے کر ہارون تک تمام عباسی حکمران اندرونی طور پر حنفی علماء کا زور توڑنے میں جب بُری طرح ناکام ہو گئے، حنفی فقہ اور حنفی فقہاء کے بغیر نظامِ حکومت کے تاراج ہونے کا اندیشہ یقین سے بدل گیا، تب قاضی ابو یوسفؒ کو عام قاضی کے عہدے سے ترقی دیکر قاضی القضاۃ کا مقام دے دیا گیا۔ حافظ عبد البر کے حوالہ سے قرشی نے بھی نقل کیا ہے :

کان الیہ تولیۃ القضاء فی الآفاق من المشرق الیٰ المغرب ۔

(جواہر ج ۲ ص ۲۲۱)

قاضی ابو یوسفؒ کے اختیار میں تھا کہ مشرق سے مغرب تک قاضیوں کا تقرر

کریں۔ گویا محکمہ عدلیہ کے مطلق العنانی وزارت پر قاضی ابویوسفؒ براجمان ہوئے۔ جب مخالفین و حاسدین نے قاضی ابویوسفؒ کی ذمہ داریاں اور اختیارات دیکھے تو ہارون سے شکایت کی۔ ہارون نے جواب میں کہا :

"خدا کی قسم علم کے جس باب میں بھی میں نے قاضی ابویوسفؒ کو جانچا، اس میں کامل اور ماہر پایا۔ میں آلودگیوں سے اس کے دین کو محفوظ پاتا ہوں، آخر کوئی آدمی قاضی ابویوسفؒ جیسا ہو تو پیش کرو"۔

(موفق ص ۲۳۲)

عباسیوں کو تقریباً پانچ صدیوں تک حکومت کرنے کا موقعہ ملا۔ ۱۳۲ھ میں سفاح اوّل الخلفاء بنی عباس کے ہاتھ پر بیعت ہوئی اور مستعصم عباسی آخری خلیفہ ۶۵۶ھ میں تاتاریوں کے ہاتھوں قتل ہوا۔ گویا ۵۳۰ سال عباسیوں کی دنیا میں حکومت رہی اور بغداد میں اس خاندان کے ۳۷ خلفاء گذرے۔

اس طویل ترین مدت میں ان کے قاضیوں خصوصاً قاضی القضاۃ کے عہدے پر سرفراز ہونے والوں میں عموماً حنفی مسلک کے پابند فقہاء تھے۔ الا ماشاء اللہ بعض خاص وجوہات سے دوسرے ممالک کے فقہا کو بھی کبھی کبھار مواقع ملتے رہے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ نے جو کچھ سوچ کر وضع قوانین کی مجلس بنائی تھی، خداتعالیٰ نے ان کو کامیابی عطا فرمائی اور ان کی مجلس کے وضع کردہ قوانین کے مجموعے نے حکومت کے باضابطہ آئین کی حیثیت حاصل کر لی۔ جو ۵۳۰ سال تک ملک کے دستور کی حیثیت سے نافذ العمل اور جاری رہا۔

قندِ مکرر :

اوائل میں کہیں احقر نے امام ابوحنیفہؒ کے سیاسی عمل کے اجمالی خاکے کے عنوان

سے لکھا تھا۔ قندِ مکرر پر دوبارہ اسے ملاحظہ فرمائیں :

خلاصہ یہ کہ امام ابو حنیفہؒ چالیس سال کی عمر سے ستر سال کی عمر تک میدانِ سیاست میں اُترے رہے اور جب تک دوسرے امکانات سے نفع اُٹھانے کا موقعہ انہیں ملتا رہا، استفادے میں انہوں نے کوئی کمی نہیں کی۔ سیاسی حکمتِ عملی، فقہ حنفیہ کی بالادستی، تلامذہ کے ایک بڑے حلقہ اور قاضیوں کی ایک بڑی جماعت کے مستقبل میں غلبہ اور فقہ حنفیہ کو آئینی حیثیت اور قانونی تحفظ اور عملاً مکمل نفاذ (جو پانچ صدیوں کی طویل مدت تک نافذ رہا) کی راہ ہموار کرنے کے بعد سلطانِ جائر کے سامنے کلمۂ حق کا اظہار کر کے شہادت یا قریب قریب شہادت کے، جامِ شہادت نوش فرمایا۔

خلاصہ یہ کہ لوگ جاہ و منصب کی طرف لپکتے ہیں، جاہ و منصب کی کشش علماء تک کو اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہے لیکن کچھ خاصانِ خدا ایسے بھی ہوتے ہیں جو جاہ و منصب سے نفرت کرتے ہیں، جنہیں اقتدار و اختیار کی دنیا میں کوئی لذت نہیں ملتی، جن کی زبانِ حق نہ شاہ و شہریار کے سامنے گنگ ہوتی ہے نہ قیصر و خاقان کے سامنے۔ امامِ اعظم ابو حنیفہؒ نے ثابت کر دیا کہ وہ انہیں خاصانِ خدا میں تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆
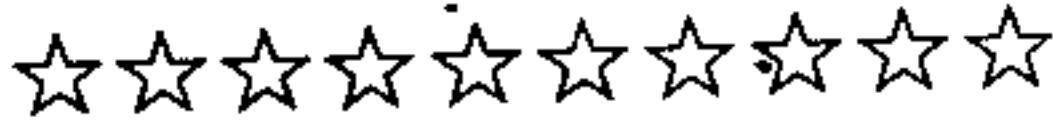
بسم اللہ الرحمن الرحیم
خصائل اور شمائل نبوی ﷺ
پر
مولانا عبدالقیوم حقانی
کی علمی اور عظیم تاریخی کاوشیں

القاسم اکیڈمی کی تازہ ترین عظیم علمی اور فقہی پیش کش

اسلامی آدابِ زندگی

(چوتھا ایڈیشن)

تحریر ! محمد منصور الزمان صدیقی

پیشِ لفظ ! مولانا عبدالقیوم حقانی

قرآنی تعلیمات' احادیثِ نبوی' عبادات' معاملات' اعمال کے فضائل' بلندیٔ اخلاق و خصائل' محبت و اطاعتِ رسول' محرمات سے اجتناب' منہیات کی نشان دہی' فرقِ باطلہ کا تعاقب' ردِّ بدعات' دعوتِ سنت و اتحادِ اُمت' خدمتِ انسانیت ...... الغرض زندگی کے ہر موڑ پر رہنمائی کے ہدایات سے معمور' مہد سے لحد تک اہم ضروری مسائل و احکام' سلیس اور با محاورہ زبان میں ایک مطالعاتی معلم اور محسن کتاب' اپنے موضوعات کے تنوع' تفہیم و تسہیل' افادیت اور تعلیم و تربیت کے حوالے سے ایک لاجواب کتاب۔

صفحات : 938 .... ریگزین .... قیمت : 350

القاسم اکیڈمی' جامعہ ابو ہریرہ' برانچ پوسٹ آفس خالق آباد' نوشہرہ

القاسم اکیڈمی کی ایک تاریخی پیشکش

سوانح شیخ الاسلام

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

تالیف : مولانا عبدالقیوم حقانی

☆ سلسلۂ نسب، ابتدائی تعلیم، اساتذہ اور دلچسپ واقعات ☆ احترام اساتذہ، شیخ الہندؒ سے عشق و محبت اور دورانِ اسارت خدمت و مصاحبت ☆ شیخ الہندؒ کا جانشین ☆ سیرت و کردار، اخلاص وللہیت، جود و سخا، بے نیازی و استغناء اور جامعیت ☆ اندازِ تدریس، درسِ حدیث سے عشق و انہماک، طلبہ پر شفقت و محبت، محدثانہ جلالتِ قدر اور بعض درسی افادات ☆ خوفِ خدا، تقویٰ، ایثار و توکل، اعلیٰ اخلاقی اقدار، خدمتِ خلق اور مہمان نوازی ☆ انابت و عبادت، نماز سے محبت اور شوقِ تلاوت ☆ حضور اقدس ﷺ سے عشق و محبت، اطاعت، اتباعِ سنت اور استقامت ☆ سادگی و بے نفسی، صبر و تحمل، عفو و کرم اور تواضع و خاکساری ☆ احسان و تصوف اور سلوک و معرفت میں عظمتِ مقام، مرجعیت، محبوبیت اور فنائیت ☆ وعظ و خطابت، ارشادات و ملفوظات اور ایمان افروز باتیں ☆ رویائے صالحہ اور کرامات ☆ ذوقِ شعر و ادب اور پسندیدہ اشعار ☆ مکتوبات ☆ لطائف و ظرائف ☆ حضرت مدنیؒ کا سفر آخرت ☆ خوانِ یغما ...... اور اس جیسے دیگر دلچسپ واقعات کا حسین مرقع ۔

صفحات : 272 .... قیمت : 120 روپے

القاسم اکیڈمی ' جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد، ضلع نوشہرہ صوبہ سرحد پاکستان

سوانحِ مجاہدِ ملت حضرت مولانا

غلام غوث ہزاروی

رحمۃ اللہ علیہ

از ! مولانا عبدالقیوم حقانی

تذکرہ وسوانح، تحصیلِ علم وتکمیل، خدمت علم وتدریس دعوت و جہاد، شخصیت و کردار، اخلاص وللّٰہیت، صبر واستقامت فقر وایثار، خوش طبعی و لطائف، روحانی مقام اور اوراد و وظائف، فرقِ باطلہ کا تعاقب، قادیانیت، شرک و بدعت اور روافض کا رد، تحریکِ ختم نبوت میں مجاہدانہ کردار، قومی وملی اور سیاسی خدمات اور سفرِ آخرت کی ایمان افروز داستان ...... شاندار طباعت، کمپیوٹر کمپوزنگ، مضبوط جلد بندی اور دیدہ زیب کمپیوٹرائز ٹائٹل ۔

صفحات : 227 .... قیمت : =/90روپے

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد ضلع نوشہرہ سرحد پاکستان

سُراغِ زندگی

تالیف : مولانا عبدالقیوم حقانی

معلومات کا ذخیرہ، تجربوں کی تجوریاں، مطالعہ کی وسعتیں، مشاہدات کے خزانے، نظریات کی اُمنگیں، تصورات کی سانچے، خیالات وعزائم کی پختگیاں، مربیوں کا حلقہ، محسنوں کی جماعت، کتابوں کی محبتیں، منتخب حضرات جن عالم، دانشور، سیاست دان، مدبر، مصنف، معلم، تاریخ ساز اور تاریخ دان...... الغرض سبھی قسم کے لوگوں کا ساتھ رہے گا۔

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد ضلع نوشہرہ،

سوانح شیخ الحدیث

حضرت مولانا عبدالحق ؒ

تالیف : مولانا عبدالقیوم حقانی

..................<☆☆☆☆>..................

☆ عصر حاضر کے جلیل القدر عالم ☆ محدث کبیر ☆ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق ؒ کے حالاتِ زندگی، علمی وعملی کمالات، نمایاں صفات، اندازِ تعلیم وتربیت، دینی واصلاحی ☆ قومی وملی اور ملکی خدمات کا دلآویز اور ایمان افروز تذکرہ

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد ضلع نوشہرہ

دفاعِ امامِ ابوحنیفہؒ

عالمِ اسلام کے علمی مرکز ''دارالعلوم دیوبند ہندوستان'' کے شہرۂ آفاق ماہنامہ ''دارالعلوم'' نے جنوری ۱۹۸۷ء کے شمارہ میں مؤتمر المصنفین کی تازہ علمی اور تاریخی پیشکش ''دفاع امام ابوحنیفہؒ'' پر مفصل تبصرہ و تعارف شائع کیا ہے۔ ذیل میں مدیر ماہنامہ دارالعلوم مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی مدظلہ کے شکریہ کے ساتھ ان کی یہ گرانقدر تحریر پیشِ خدمت ہے۔

☆☆☆
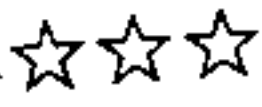
مولانا عبدالقیوم حقانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے ممتاز فاضل اور کامیاب استاد ہونے کے علاوہ مؤتمر المصنفین اکوڑہ خٹک کے رفیق بھی ہیں۔ موصوف درس و تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف اور بحث و تحقیق کا بھی ستھرا ذوق رکھتے ہیں۔ ان کے مقالات پاکستان کے علمی و دینی جرائد میں چھپتے رہتے ہیں۔ ماہنامہ دارالعلوم (دیوبند) میں بھی ان کے کئی ایک مقالات شائع ہو چکے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب موصوف کی سات سالہ محنتوں اور کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ یہ کتاب تیرہ (۱۳) ابواب پر مشتمل ہے۔ باب اوّل میں امامِ اعظم ابوحنیفہؒ کے وطن ''کوفہ'' کی علمی مرکزیت، حضراتِ صحابہؓ کا اس سے تعلق، امام صاحبؒ کی تعلیم و تحصیل کی سرگزشت، بعض صحابہؓ سے ان کی ملاقات اور ان سے اخذِ حدیث و شرفِ تلمذ کو بیان کیا گیا ہے۔ دوسرے باب میں امام ابوحنیفہؒ کے متعلق بشارتِ نبوی علی صاحبها الصلوٰة والتسلیم پر بحث کی گئی ہے۔ نیز فقہ حنفی کے موافق بالحدیث ہونے کو ثابت کیا ہے۔ تیسرا باب امام صاحب کے درس و افادہ، تلامذہ و مستفیدین اور آپ کے درس کی شہرت و مقبولیت کے تذکرہ کے لئے مخصوص ہے۔ چوتھے باب میں امام صاحب کی محدثانہ جلالتِ شان، اخذِ روایت میں ان کے حزم و احتیاط اور قبولِ حدیث میں ان کی مقررہ شرائط پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اسی باب میں امام صاحب کے بارے میں ائمہ حدیث کے آراء و اقوال بھی نقل کئے گئے ہیں، جن سے علمِ حدیث میں امام صاحب کی عبقریت کا پتہ لگتا ہے۔ پانچویں باب میں امام صاحب کے اوپر سے قلتِ حدیث کے اعتراض کو قوی دلائل سے رفع کیا گیا ہے۔ چھٹے اور ساتویں باب میں امام صاحبؒ کی تصانیف، ان کی افادیت و اہمیت بالخصوص ''کتاب الآثار'' پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔ علاوہ ازیں امام صاحب کے اہم ترین اور

(بقیہ اندرون صفحہ ٹائٹل نمبر ۳ پر)

محیّر العقول کارنامہ 'تدوینِ فقہ اسلامی' پر بھی شرح و بسط سے بحث کی گئی ہے۔ یہ دونوں ابواب بطورِ خاص قابلِ مطالعہ ہیں۔

آٹھویں باب میں امام صاحب کے تبحر علمی، ان کی ذہانت و فطانت، نکتہ رسی، دقیقہ سنجی، حسنِ اخلاق اور کریم النفسی کو واقعات کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ نویں باب میں امام صاحبؒ کے مجاہدہ و ریاضت، ورع و تقویٰ، توکل و استغناء، تواضع و انکساری' شفقت علی الخلق اور انسانی مروّت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اسی ذیل میں دیگر فقہائے احنافؒ کے سیرت و کردار کے نمونے بھی پیش کیے گئے ہیں۔ دسواں باب امام صاحب کی وصایا اور نصائح پر مشتمل ہے، جو انہوں نے اپنے بعض تلامذہ مثلاً امام ابو یوسفؒ اور یوسف بن خالد سمتیؒ وغیرہ کو زبانی یا تحریری کی تھیں جن میں سربراہِ مملکت کے ساتھ اہلِ علم کا رویہ، شہری آداب، ازدواجی آداب، معاشرتی آداب، مجلسی آداب، زندگی گذارنے کے طریقے، تزکیۂ نفس اور نیک و بد کی پہچان، فرقِ مراتب و ادائے حقوق وغیرہ کے سلسلے میں گرانقدر ارشادات و نصائح ہیں۔

گیارہواں باب ۵۱ صفحات پر پھیلا ہوا ہے، جس میں امام صاحبؒ کے نظریۂ انقلاب اور سیاسی مسلک کو بڑی تحقیق و تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، جس میں امام صاحب کے تیار کردہ سیاسی لائحۂ عمل، قانون کی بالادستی، احترامِ اُمت اور جبر و ظلم کے مقابلے میں ان کی استقامت و پامردی اور حق کی حمایت و نصرت وغیرہ اُمور پر سیر حاصل بحث ہے۔ درحقیقت یہ باب کتاب کی جان ہے اور بجائے خود ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔

بارہویں باب میں قیاس و اجتہاد کی شرعی و آئینی حیثیت، حدیث و قیاس کا تلازم، قیاس و رائے کے رہنما اُصول وغیرہ پر تفصیلی اور مدلل بحث کی گئی ہے۔ اسی ضمن میں امام صاحبؒ کو اہل الرائے کہہ کر ان پر طعن و تشنیع کرنے والوں کے جوابات بھی دیے گئے ہیں اور ان بے جا اعتراض کرنے والوں کی علم و عقل سے تہی دستی و بے مائگی کو ظاہر کیا ہے۔ یہ باب بھی دیگر ابواب کے مقابلے میں مفصل ہے۔

آخری باب میں تقلید کی اہمیت، اجتہادِ مطلق کی شرعی حیثیت' تقلید شخصی کے وجوب' عدم تقلید کی مضرت پر بحث کی گئی ہے۔ اسی ضمن میں پاکستان کے مشہور صاحبِ قلم و صحافی ڈاکٹر اسرار احمد کے نظریہ نیم تقلید کی بحث بھی آ گئی ہے۔ آخر میں مآخذ و مصادر کی طویل فہرست دی گئی ہے جن میں ۱۷۰ کتابیں اور ۵ رسالے ہیں جس سے مؤلف کی تلاش و جستجو اور محنت و کاوش کا اندازہ ہوتا ہے۔ بلاشبہ یہ کتاب اپنے موضوع پر جامع، مستند، قابلِ قدر اور کتابیات کی دنیا میں قابلِ ذکر اضافہ ہے۔

مولانا عبدالقیوم حقانی کی تصنیفات

فتنۂ انکارِ حدیث

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوھریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد ضلع نوشہرہ